اکرم الہ آبادی کا نیا ناول
کوہِ ندا
ناول ایڈیشن
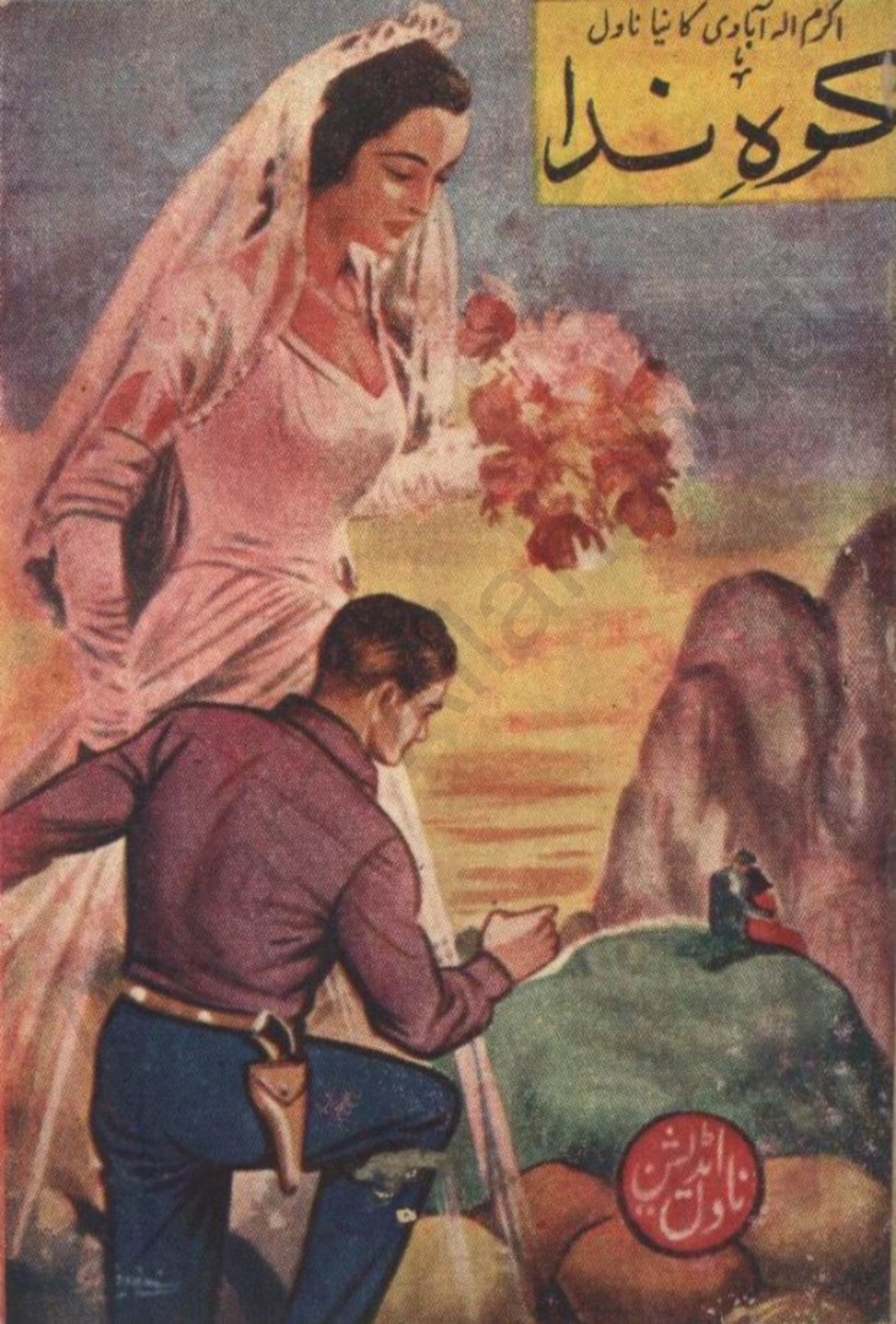
جاسوسی دائرہ سیریز

کوہِ ندا

اکرم الہ آبادی

فرحت پبلیکیشنز۔ ممبئی۔ انڈیا

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔ انڈیا

حیرت ناک واردات

اس لڑکے کو یا تو پاگل خانے بھیجا جا چکا ہوتا یا کسی ماہرِ نفسیات کے سپرد کر دیا جاتا۔ لیکن اس کی بات پر سپرنٹنڈنٹ خان جیسی شخصیت کو دھیان دینا پڑا۔ وہ اس کی چیخیں سن کر رک گیا تھا۔

لڑکا بے تحاشا چیخ رہا تھا۔ "میری کوئی نہیں سنتا، میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

اور جواب میں سنٹرل پولیس اسٹیشن کے اسٹاف کے کچھ لوگ ہنس رہے تھے اور کچھ اسے رحم آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بیس بائیس سالہ خوب صورت سا لڑکا تھا۔ لباس سے خوش حیثیت اور بشرے سے سمجھ دار اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا۔

اچانک خان کو داخل ہوتے دیکھ کر اسٹیشن اسٹاف کی ٹی گم ہو گئی۔ وہ یقیناً ذمہ دارانہ طریقے پر اپنی جگہوں پر نہیں تھے، بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنا کام چھوڑ کر اس لطیفے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ خان نے ایک نظر چاروں طرف دیکھا۔ وہ اب اسے سلام کرنے کے بعد اپنی میزوں کی طرف کھسک گئے تھے۔ پھر اس نے ایک سب انسپکٹر کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ سامنے آ کر اٹینشن ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟" خان نے لڑکے کی طرف اشارہ کر کے اس سے پوچھا۔

"حضور! وہ ایک عجیب و غریب کہانی بیان کرتا ہے جس پر یقین آنے کی بجائے لوگوں کو ہنسی آتی ہے۔" سب انسپکٹر نے صاف گوئی سے کام لیا۔ لڑکا خان کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے ہی دوڑ کر قریب آ گیا۔

"خدارا، آپ میری مدد کیجیے۔ یہ سب مجھ پر یقین کرنے کی بجائے میرا مذاق اڑا

رہے ہیں۔" وہ تقریباً گڑگڑاتے ہوئے بولا۔

"آپ میرے ساتھ آیئے۔" خان نے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود اوپر جانے کا زینہ طے کرنے لگا۔ دفتر کے چپراسی کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ اس نوجوان اجنبی کو ٹوکے کیوں کہ وہ صاحب کے پیچھے یا شائد ساتھ ہی آیا تھا۔

خان نے اپنا ہیٹ اتار کر ایک ٹرے میں ڈال دیا اور بش کوٹ کے بٹن کھولتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔ گرمی یا تو زیادہ ہی تھی یا باہر سے آنے کی وجہ سے لگ رہی ہوگی۔ چپراسی صاحب کے روم میں داخل ہوتے ہی چھت گیر بجلی کے پنکھے کا بٹن دبا چکا تھا۔

"ہاں اب اطمینان سے بیٹھ جایئے۔" خان نے سامنے کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور وہ جھجکتا ہوا سا بیٹھ گیا۔ وہ کافی پریشان اور مایوس سا نظر آ رہا تھا۔

"فرمایئے؟" خان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مم... مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ بھی مجھے پاگل خانے بھیجنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ لوگ تو دیر سے یہی کہہ رہے ہیں۔"

"نہیں، آپ بیان کیجیے، میں ضرور سنوں گا آپ کی بات۔"

"یہ... یہ واقعہ سورج غروب ہوتے وقت پیش آیا تھا۔" نوجوان نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "اس سے کچھ دیر پہلے میں اور میرے ڈیڈی کیفے الگوزا میں بیٹھے کافی پی رہے تھے کہ دفعتاً ان کے سر میں کچھ درد محسوس ہوا اور وہ چونک کر اپنے سر کو ٹٹولنے لگے۔ میں نے اناسین لگانے کے لیے کہا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سر درد کے وقت اسی طرح ایک ہاتھ کے انگوٹھے اور دوسری انگلی سے ماتھے کو ٹٹولتے تھے۔ بہر حال اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے... جیسے وہ ایک ٹک کیفے کے ہال کی کھلی کھڑکی سے باہر خلا کی طرف گھورتے ہوئے کسی گہرے خیال میں کھوئے ہوئے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا۔ لیکن بمشکل ایک منٹ ہی گزرا ہوگا کہ اچانک وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ سرخ سا ہو گیا

تھا۔میں نے انہیں زندگی میں پہلی بار اس عجیب عالم میں دیکھا تھا۔وہ کچھ عجیب سے الفاظ بڑبڑانے لگے۔"

"مثلاً؟" خان نے تفصیل کو مختصر کرنے کا اشارہ کرنے والے انداز میں کہا۔

"وہ کہہ رہے تھے'میں آرہا ہوں، میں آرہا ہوں، اے مقدس اشارے میں ابھی آیا۔' آخری جملہ انہوں نے پاگلوں کی طرح چیخ کر ادا کیا جس پر سارا ہال ان کی طرف متوجہ ہوگیا لیکن اس وقت وہ پاگلوں جیسے انداز میں دوڑ کر ہال کے دروازے تک پہنچ چکے تھے میں بھی ان کے پیچھے بھاگا۔ میں نے انہیں بے شمار آوازیں دیں لیکن انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔وہ بھاگتے ہی رہے اور میں پیچھا کرتا رہا۔یہاں تک کہ ہم شہر سے باہر نکل آئے لیکن ان کی رفتار اور ان کے جنون میں کوئی فرق نہیں پڑا۔وہ حیرت انگیز طور پر توقع سے زیادہ تیز اور بلا تھکن دوڑ رہے تھے حالانکہ مجھے دوڑتے دوڑتے پیروں میں درد محسوس ہو چلا تھا۔پھر میں نے کھا کھری جھاڑیوں والی ایک پہاڑی پر انہیں دوڑ کر چڑھتے دیکھا۔اس پہاڑی کے دامن میں ایک چشمہ بھی ہے جس کا پانی ابلتا رہتا ہے۔"

"اور مختصر کیجیے، میرے پاس وقت کم ہے۔" خان نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"شاید ان تفصیلات کے بغیر پوری بات سمجھ میں نہ آئے۔بہر حال میں اور مختصر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے لمبی سی سرد سانس کھینچی اور پھر شروع ہو گیا۔"میں نے اس پہاڑی کی طرف ایک عجیب سی آواز گونجتی سنی جو میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا یہ آواز کئی بار سنائی دی تھی۔" خان نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"جی ہاں، کم از کم پانچ چھ بار اور اس آواز کے ساتھ ڈیڈی کے قدم اور تیز ہو گئے تھے۔"

"اور پھر بھی وہ آواز سنائی دی تھی؟" خان نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"جی ہاں، کم از کم پانچ چھ بار اور اس آواز کے ساتھ ڈیڈی کے قدم اور تیز ہو گئے تھے۔"

"اور پھر بھی وہ آواز آپ کی سمجھ میں نہیں آئی؟" خان نے سوال کیا۔

"میں نے اسی طرح کی آواز کسی جانور کی بھی کبھی نہیں سنی، انسان تو کیا.."

"پھر بھی، کچھ تو اندازہ ہوگا؟"

"وہ...وہ کچھ ایسی تھی، مثلاً ہڑ وچ... نچا... نچا۔"

"کچھ ایسی کھونسٹ کی بھی آواز ہوتی ہے۔"

"جی نہیں، وہ قطعی مختلف اور بڑی بھیانک سی تھی، لیکن باپ کی محبت نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ مجھے کسی چیز سے خوف محسوس ہوا نہ اس سنسان پہاڑی کی ویرانی سے، نہ اس آواز سے۔ لیکن..." وہ کہتے کہتے خوف سے لرزنے لگا۔ اس کے چہرے کا رنگ اور پھیکا پڑ گیا۔

"یہاں خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" خان نے اسے ٹوکا۔

"وہ...وہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ڈیڈی اور میرے درمیان اس وقت بمشکل سو قدم کا فاصلہ رہا ہوگا۔"

"آخر کیا دیکھا آپ نے؟" خان جھنجلا گیا۔

"میں نے دیکھا کہ وہ ایک درخت کے سامنے پہنچ کر رک گئے اور اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخنے لگا، 'میں آ گیا، مقدس اشارے'، اور اس کے ساتھ ہی...اف...میں کیسے بیان کروں...؟" کہتے کہتے اس کی آواز حلق میں بیٹھنے لگی۔ خان نے گھنٹی بجا کر چپراسی کو بلا کر ایک گلاس پانی لانے کو کہا اور پھر لڑکے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مم...میں نے دیکھا کہ زمین پھٹ گئی اور...اور ڈیڈی اس میں سما گئے۔"

"کیا...؟" خان چونکا۔

"بخدا، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اس وقت بھی ہوش میں ہوں۔"

"پھر آپ آگے نہیں بڑھے؟"

"میری ہمت ہی نہیں ہو سکی۔ میں... میں دراصل اس قدر خوف زدہ ہو چکا تھا کہ ویسے ہی پلٹ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حالاں کہ اب مجھے یہ احساس کھائے جا رہا ہے کہ میں اپنے باپ کو اس خوف ناک واقع کا شکار ہوتے چھوڑ کر بھاگ آیا تھا۔ مم... میں کتنا بزدل، بے شرم... مجھے... مجھے واقعی ڈوب مرنا چاہیے۔" یہ کہتے کہتے وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔

چپراسی پانی لے آیا تھا۔ خان نے گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اس طرح سوچنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، ہمت رکھیے۔" خان نے اسے دلاسا دیا۔ اس نے ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر دیا۔ مگر اس کی آنکھیں اب بھی آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

"وہ درخت کیا دوسرے عام درختوں سے مختلف تھا؟" خان نے گفتگو کو کرید کی طرف موڑ دیا تا کہ اس کا بھی دھیان بٹ جائے۔

"جی، جی ہاں... بالکل عجیب۔ میں نے ایسا درخت بھی کہیں نہیں دیکھا ہے۔ وہ دور سے ایک بہت بڑا دیونظر آتا تھا، جیسے ایک ساٹھ ستر فٹ کا، بلکہ شاید اس سے بھی بلند، آدمی اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کسی ویرانے میں کھڑا ہو۔ اور یا تو اس کی جڑیں دو تھیں یا وہ درخت دو تنوں کے ساتھ مل کر ایک ہو گئے تھے۔ اس کا سر انسانی سر کی طرح باقاعدہ نظر آتا تھا۔"

"خیر، میں اس جگہ کو دیکھنے کی کوشش کروں گا، لیکن اپنے باپ کو کہیں اور بھی تلاش کیا؟" خان نے پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں یہ سوال؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔

"یعنی ان کے دوستوں، ملنساروں وغیرہ کے یہاں۔"

"یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے انہیں وہاں زمین میں سماتے دیکھا تھا پھر اور کہیں تلاش سے کیا ہوتا۔"

''یوں ہی ۔خیر، آپ اپنے والد صاحب کا ایک فوٹو جو زیادہ دنوں کا نہ ہو لے کر آیئے اور ہاں اس سلسلے میں سر دست آپ خاموشی ہی برتیں تو بہتر ہوگا ورنہ میں اتنا بھی نہ کرسکوں گا جتنا آپ کی تسکین کے لیے ضروری ہے ۔''

''میں آپ کا بہت مشکور ہوں ۔ایک امید تو مجھے اس سے پیدا ہو گئی کہ آپ نے دوسروں کی طرح میرا مذاق نہیں اڑایا ۔ویسے آپ یقین رکھیے کہ میں اب کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا ۔''

''تو آپ جا سکتے ہیں ۔ مجھے کچھ اور پوچھنا ہوا تو بلوا لوں گا ۔لیکن جو کچھ آپ کے سامنے گزرا ہے اس کی ایک رپورٹ ٹائپ کرا کے مجھے بھیج دیجیے گا ۔'' خان نے رخصتی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ۔

''بہتر ہے ۔'' نوجوان آدمی یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور خان کا شکریہ ادا کرتا ہوا ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا ۔

☆☆☆☆☆☆
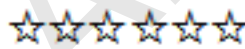
لاش ملی

آپ جو کہہ رہے ہیں وہ میں قصہ حاتم طائی میں پندرہ سال پہلے پڑھ چکا ہوں۔"

"اور اس قصے کو دہرانے کے لیے ایک نوجوان آدمی میرے پاس آیا تھا۔"

"آگرہ کا ٹکٹ دلوا دیا ہوتا۔"

"نہیں، وہ قطعی صحیح الدماغ معلوم ہوتا تھا۔"

تو پھر اپنے ہی ٹکٹ بک کروا لیجیے، کم از کم ہماری زبان سے دوسرے سن کر تو یہی مشورہ دیں گے۔"

"بکومت، میں اس رپورٹ پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔"

تو پھر مجھے خودکشی کر لینے کی اجازت دیجیے۔ میں آپ کو اس عالم میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"پھر وہی... ارے کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ لڑکا ہی کوئی بڑا فراڈ ہو یا پھر اس کا باپ۔"

یہ بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ اس کا باپ فراڈ ہو سکتا ہے۔"

"اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اس نوجوان آدمی کا نام مدن ہے اور اس کے گم شدہ باپ کا نام رام سرن تھا۔ وہ پنجاب نیشنل بینک کی مقامی شاخ کا کیشیر تھا۔ باقی حوالے تمہیں اس رپورٹ سے مل جائیں گے۔"

"میں اپنی آل اولاد کو ایک وصیت کر جاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ بیٹا پانی ڈھو لینا، مگر پولیس کی نوکری مت کرنا۔"

"کیوں؟"

"یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں الٹا سیدھا۔"

"خیر، سر دست تم پتلون میں رہو۔ مجھے یہ رپورٹ جلد از جلد چاہیے۔"

"ایک چیز اور بتا دیجیے۔"

"کیا؟"

"آپ اس کیس کو باقاعدہ طور پر ہاتھ میں لے رہے ہیں؟"

"باقاعدہ بات صرف اتنی ہے کہ لڑکے کا باپ گم ہو گیا ہے۔"

"تو دوسرا تلاش کرے، پولیس کو کیوں تکلیف دیتا ہے۔"

"بالے، میں اس کی عجیب کہانی پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔"

"خدا آپ کو ارسطو بنائے، خوب غور کیجیے، لیکن خاکسار کو معاف کر کے۔"

"دفع ہو جاؤ، سور، بہت نکمے ہو گئے ہو۔ میں خود نپٹ لوں گا۔"

"کیا آپ اس کوہِ ندا پر تشریف لے جائیں گے؟"

"شاید۔"

"میں دعائے مغفرت کروں گا۔"

"کس کے لیے؟"

"آ...آ...اپنے لیے۔" اس نے بات کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

لیکن اسی وقت حالات اچانک اور غیر متوقع رخ اختیار کر گئے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی خان نے ریسیور اٹھا لیا تھا، فون آفس سے نہیں تھا۔ دوسری طرف سے کالیہ پوسٹ کا انچارج آفیسر بول رہا تھا۔

"آفس سے معلوم ہوا کہ آپ بنگلے پر ہیں اس لیے یہاں فون کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"بات کیا ہے آخر؟" خان نے پوچھا۔

”ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کی لاش گیس اسٹریم والے سُونے علاقے میں پڑی پائی گئی ہے۔“

”کوئی علامتیں۔“

”جی کچھ نہیں، اس لیے فوراً آپ کو خبر کرنا ضروری سمجھا۔“

”مرنے والے کی شناخت ہوئی؟“

”جی نہیں، ابھی تک وہ بھی نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن صاحبِ حیثیت معلوم ہوتا ہے۔“

”خیر میں آتا ہوں۔“ خان نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

”یہ دوسری مصیبت۔“ بالے بڑبڑایا۔ ”کوئی صاحب آنجہانی ہو گئے۔“

”اس علاقے میں یہ لاش رام شرن کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ میں کالنیہ جا رہا ہوں، تم فوراً جا کر رام سرن کے لڑکے کو حراست میں لے لو۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟ ایک تو بے چارے کا باپ مرا اوپر سے...“

”جب تک میں اس کے بیان کی تصدیق نہ کرلوں وہ حراست میں ہی رہے گا۔“

”لیکن ابھی تو آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ لاش اس کے باپ ہی کی ہوگی۔“ بالے نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

”ایسا نہ بھی ہو تب بھی تم اسے میرے آنے تک حراست میں ہی رہنے دینا۔“ خان نے اسے ہدایت کی اور جواب کا انتظار کیے بغیر باہر نکل کر چلا گیا۔ بالے اکتایا ہوا سا ٹیلی فون کا ڈائل گھمانے لگا۔ دوسری طرف ریسیور اٹھانے والا شوکت تھا۔

”ہولو...“ اس کی بھدی آواز سنائی دی۔

”کیا کر رہے ہو، بھیئے؟“ بالے نے پوچھا۔

”میاں خان، تم خود۔ وہ یانی کر بھینے وینے بلکہ گینڈے کا ئے کو فون کیا ہے؟“ شوکت نے بگڑ کر پوچھا۔

"آج تمہیں پیار کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔"

"ارے لاحول بولو۔شرم نہی آتی ایسی باتیں کرتے۔"

"شرم کیوں آئے، کیا میں لڑکی ہوں۔"

"نہیں تو کیا میں ہوں۔اچھا کائے کو یاد فرمایا ہے آپ نے؟" شوکت طنزیہ انداز میں ذرا مہذب ہو کر بولا۔

"تمہاری یاد آ گئی تھی۔شعر ہے نا کسی شاعر کا..."

"شاعر مار گیا تیل لینے تم کام بتاؤ۔"

"گاڑی لے کر فوراً آ جاؤ، بہت ضروری معاملہ ہے۔"

"اور تمہاری کیا مر گئی سالی۔"

"کیا؟"

"ارے وہی گاڑی ماڑی۔"

"خان صاحب لے گئے ہیں۔"

"پہلے کام بتاؤ۔"

"ایک دوست سے اپائنمنٹ ہے۔"

"کون سی ذات پات، ارے نہیں، وہ یانی کہ جنس اجناس؟"

"دیکھو گے تو ہزار جان سے مر جاؤ گے۔"

"اللہ قسم؟"

"تمہارے باپ دادا تک کے سر کی قسم۔"

"باپ دادا تمہارے خود۔اچھا میں آ رہا ہوں۔"

"اچھا میں انتظار کر رہا ہوں، جلدی آؤ۔" یہ کہہ کر بالے نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔

حسب وعدہ شوکت فوراً ہی آپہنچا۔اس تخیلی دوست سے ملنے کے لیے جس کا ذکر بالے نے کیا تھا۔وہ کافی شان دار سوٹ پہنے ہوئے تھا اور کھردرے چہرے پر پاؤڈر کی ایک تہہ بھی صاف نظر آرہی تھی۔ان دنوں اس کی مونچھیں اسٹالن مارکہ سے بدل کر جارج پنجم ہوگئی تھیں اور ان کے سروں کے بل کسی کتے کی اکڑی ہوئی دم کی طرح اوپر کی طرف اٹھے نظر آرہے تھے۔بالے خود ہی خار ڈرائیو کرنے لگا اور شوکت بازو میں بیٹھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

لاش رام سرن کی ہی تھی۔اسے فوٹو سے پہچان لیا گیا،لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ لباس وہی تھا جو اپنے لڑکے کے بیان کے مطابق اس وقت پہنے ہوئے تھا جب اسے گیس اسٹریم والے علاقے کی پہاڑی پر جاتے دیکھا گیا تھا۔ابلتے چشمے کا یہ علاقہ ویران تھا۔ابلتا چشمہ نشیبی علاقے میں تھا اور اسے آس پاس سے غیر آباد ٹیلے گھیرے ہوئے تھے۔لاش پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا،لیکن اس کی کیفیت بتا رہی تھی کہ اسے دم گھونٹ کر مارا گیا ہے۔پھر بھی قانون کے مطابق اسے پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے روانہ کردیا گیا۔خان نے اسٹیشن آفیسر کے ساتھ جا کر اس مقام کا بھی معائنہ کیا جہاں وہ لاش پڑی پائی گئی تھی۔یہ جگہ ایک خشک ہونے والے برساتی تالاب کے کنارے تھی۔آس پاس کی تمام زمین اور خشک تالاب کے اس پار علاقہ بھی چھان ڈالنے پر انہیں کوئی نشان تک ایسا نہ مل سکا جو اس لاش کے یہاں تک لائے جانے کے راستے یا ذریعہ کی نشان دہی کرتا۔خان کو بہرحال یہ اندازہ کرنے میں مشکل نہیں پیش آئی کہ رام سرن کی موت واقع ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ابتدائی ناکام تفتیش کے بعد خان نے اسٹیشن آفیسر کو لوٹا دیا اور خود تنہا ابلتے چشمے کی طرف روانہ ہوگیا۔یہ چشمہ تقریباً دس فٹ کی چوڑائی میں بہہ رہا تھا۔ایک جگہ اس کا پاٹ بیس پچیس فٹ تک چوڑا ہوگیا تھا۔اس کا منبع دو ٹیلوں کے درمیان نشیب میں تھا،وہاں اس کے پانی میں ہر وقت بلبلے اٹھتے رہتے اور کبھی کبھی یہ

ابال گیس کے فوارے جیسی شکل اختیار کرلیتا اور پانی کئی سوفٹ اونچا نکل جاتا۔ چشمے کے قریب پہنچ کر کچھ عجیب سی بو محسوس ہونے لگی۔ وہ ایک جگہ ٹھہر کر ہوا میں لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ یہ بو کچھ عجیب سی تھی۔ پھر وہ چشمے کے نزدیک پہنچ گیا لیکن دور سے ہی پانی پرنظر پڑتے ہی وہ چونک پڑا، چشمے کے بہتے پانی پر قوس وقزح کے رنگ کے چمک دار سیال دائرے بہہ رہے تھے۔ اس نے کنارے پہنچ کر تھوڑا سا پانی چلو میں اٹھالیا۔ چشمے کا پانی گرم تھا اور یہ گرمی یقیناً سورج کی تپش سے پیدا شدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس نے پانی کو قریب لے کر سونگھا، وہ بو اسی پانی سے آرہی تھی۔ خان نے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ اتفاق سے اس کی جیب میں پیلوڈریم کی گولیوں والی ایک پتلی لمبی شیشی موجود تھی۔ گولیاں کاغذ میں رکھ کر اس نے اس شیشی کو چشمے کے پانی سے بھرلیا اور احتیاط سے جیب میں ڈالتے ہوئے ابلتے چشمے کو پیچھے چھوڑ کر داہنے ٹیلے کی اونچائی پر چڑھنے لگا۔

ٹیلوں کے دوسری طرف دور تک بھوری دھول والی زمین کے میدان نظر آرہے تھے، جن کے بیچ بیچ جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ لیکن یہیں سے اسے وہ پہاڑی نظر آگئی جس پر سیدھے کھڑے ہوئے انسان جیسے خاکے کا ایک درخت صاف نظر آرہا تھا۔ رام سرن کے لڑکے نے شاید اسی مقام کا تذکرہ کیا تھا۔ خان کے قدم اسی پہاڑی کی طرف اٹھنے لگے۔ لیکن بے سود ہی رہی۔ وہ درخت نیچر کی ایک اتفاقیہ تخلیق تھی۔ اس کے دو تنے تھے جو کسی دیو کے پیروں کی طرح پھیلے نظر آتے تھے، البتہ اوپر سے اس کی شاخوں کو اس مناسبت سے تراش دیا گیا تھا کہ وہ بازو پھیلائے کھڑا ایک دیو نظر آئے، لیکن آس پاس اوپر نیچے کہیں کسی قسم کے کوئی نشانات، کوئی مشتبہ علامت یا کوئی غیر معمولی چیز ایسی نہ تھی جو رام سرن کے لڑکے کے بیان پر کوئی روشنی ڈال سکی۔ اس نے درخت کے آس پاس کی زمین کو بھی بوجھل قدموں سے ٹھوک کر دیکھا۔ اس کے ٹھوس اور قدرتی ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔ واپسی پر خان کے ذہن میں صرف دو قسم کے خیالات تھے۔ چشمے کا پانی اور رام سرن کے لڑکے کا بیان۔

آفس پہنچتے ہی اس کی نظر سب سے پہلے بالے پر ہی پڑی۔ وہ شاید اس کا منتظر تھا۔

"وہ رام سرن کا لڑکا مدن بیمار ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کسی گہرے صدمے سے اس کی حالت خراب ہوگئی ہے۔"

"کب سے؟"

"کل شام سے ہی۔ وہ لوگ کہتے کہ وہ اپنے باپ کو بہت چاہتا تھا۔ اور شاید اس گم شدگی سے ہی اس کی یہ کیفیت ہوئی ہے۔"

"کیا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ کل سے اپنے گھر پر ہی تھا؟"

"یہ بات صحیح ہے۔"

"تو پھر رام سرن کا قاتل کون ہے اور قتل کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟" خان سوچ میں پڑ گیا۔

"اس کے چال چلن کی رپورٹ کے مطابق وہ بہت شریف اور ایمان دار آدمی تھا، نہ کسی سے دشمنی نہ جھگڑا، نہ اتنا صاحب جائیداد کہ کوئی اسی لالچ میں اسے ختم کردے۔ صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ کیفے الگوزا میں وہ اکثر جایا کرتا تھا۔" بالے نے رپورٹ دی۔

"نہیں، یہ معاملہ اتنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔ ہمیں اس پر نئے سرے سے غور کرنا پڑے گا۔"

"کیا آپ مدن کی کوہ ندا والی کہانی پر یقین کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں؟"

"وہ قصہ تو فراڈ معلوم ہوتا ہے، میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر رام سرن کا لڑکا ہی... لیکن الگوزا سے معلوم ہوا ہے کہ رام سرن واقعی وہاں سے پاگلوں کی طرح بھاگا تھا۔"

"یہ فیصلہ کرنے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ پوسٹمارٹم رپورٹ آجانے دو۔"

"تو تب تک فرصت۔"

"کیفے الگوزا میں رام سرن کی آمدورفت سے متعلق اور کیا معلوم ہوا؟"

"وہ ملنسار آدمی تھا۔ صاف لوگوں سے ملا کرتا تھا۔ ویسے ان میں ایک لڑکی بھی تھی۔"

"تم نکو میں کوڑیا نہ ملانے لگا کرو۔"

"پنجابی میں لڑکی کو کوڑھی ہی کہتے ہیں، نہیں شاید کڑی۔"

"صرف کام کی بات کرو۔"

"یہ کام کی ہی بات ہے۔ وہ لڑکی پرسوں بھی کیفے الگوزا میں رام سرن سے ملی تھی اور دونوں میں کافی دیر باتیں بھی ہوئی تھیں۔"

"اور آج وہ وہاں تمہارا انتظار کرے گی، یہی نا؟"

"جی نہیں، لیکن ان حالات میں کیا کیفے الگوزا پر نظر رکھنا ضروری نہیں ہے؟"

"کر دیکھو یہ بھی، لیکن میں کسی وقت بھی تمہیں طلب کرسکتا ہوں، یہ مدِ نظر رکھنا۔"

یہ کہہ کر خان کیس پیپر زپر جھک گیا اور بالے باہر چلا گیا۔

پھر کچھ دیر بعد کسی خیال سے چونک کر اس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف ریسیو کرنے والا پنجاب نیشنل بینک کا برانچ منیجر تھا۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ آپ کے کیشیر رام سرن کی پراسرار حالات میں موت ہوگئی ہے؟" خان نے کہا۔

"رام سرن کی...کیا؟ یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" منیجر نے تعجب زدہ لہجے میں اٹکتے ہوئے پوچھا۔

"ہوسکنے کا جواز تو پولیس دریافت کرلے گی، میں صرف آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔ میں محکمہ خفیہ کا سپرنٹنڈنٹ خان۔"

"بہت بہت شکریہ جو آپ نے فوراً اطلاع دے دی، لیکن یہ موت...کیا مرڈر کیا گیا

ہے ان کا؟''

''تقریباً، اور وہ پچھلے دو دنوں سے غائب بھی تھے۔''

''دو دنوں سے...؟ مگر... مگر کل تو وہ ڈیوٹی پر آئے تھے، یہاں۔''

''ڈیوٹی پر آئے تھے؟ آپ کے بینک میں؟ کل؟'' خان نے حیرت سے چونکتے ہوئے تینوں سوالات ایک ساتھ کر ڈالے۔

''جی ہاں، البتہ کل وہ کافی ست تھے۔ آنکھیں سرخ سی تھیں، سر میں درد بتا رہے تھے اور لوگوں سے بات چیت بھی بہت مختصر کی۔ میرا خیال ہے وہ دو گھنٹے تک ضرور یہاں رہے تھے۔''

''ٹھہریئے، میں وہیں آ رہا ہوں۔ مجھے اس سلسلے میں تفصیلی حالات درکار ہیں۔''

''شوق سے تشریف لائیے ہم ہر تعاون کے لیے حاضر ہیں۔''

اس کے بعد دونوں طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور خان دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

بے ہوش ہوگئی

"ابھی کاں چل رہے ہیں اپن؟" شوکت نے کار میں بیٹھے بیٹھے بالے سے پوچھا۔

"الگوزا۔"

"کیا؟"

"آل گوزا۔"

"یہ الگوزا چلگوزا کیا بلا ہے؟"

"بڑی حسین بلا ہے۔"

"تو یوں بولو نا کہ لڑکی کا نام ہے۔اہا... الگوزا... الگوزا..."شوکت بڑبڑایا۔"سالے نام بھی خوب ہونے لگے۔اگر 'ز' کا نقطہ نکال دو تو الگورا ہو جائیں۔"

"ابے، ہوٹل کا نام ہے۔"بالے نے ایک ہاتھ سے اس کی پیٹھ پر دھول رسید کی۔

"ایسا مذاق اچھا نہیں لگتا، بالے بھائی، میں معزز آدمی ہوں۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔لیکن ذرا ٹائی کی گرہ درست کرلو۔وہاں لونڈیاں تمہیں پھوہڑ سمجھیں گی۔"

"کیوں؟ لونڈیاں کائے کو۔کوئی خلیفہ ہارون عبدالرشید کا، کیا کہتے ہیں، کہ حرم سرائے ہے۔"شوکت کی کھوپڑی بھنکنے لگی۔

"مہذب لوگوں کا ہوٹل ہے، کوئی حماقت کرے گے تو تھوتھو ہو جائے گی۔"

"میں سالوں پر آخ تھو کر دوں گا۔"شوکت نے باہر تھوکتے ہوئے بتایا۔

کیفے الگوزا بہت مہنگا کیفے تو نہ تھا، لیکن تھا کافی شاندار اور لمبا چوڑا۔بڑے تفریحی

ہال سے لے کر اس میں نجی تقریبات لے دو پرائیوٹ ہال، ایک کیمس گیلری، بال روم، ریٹائرنگ روم تک موجود تے۔ اوپر حصے میں رہائشی کمرے تھے جو کافی کشادہ اور ہوادار تھے۔ اوپری منزل کے اوپر کھلی چھت تھی، جس پر سایہ دار چھتریاں لگا کر بہترین کرسیاں ڈال دی گئی تھیں، تا کہ صبح وشام کے اوقات میں کھلی جگہ میں بیٹھنا پسند کرنے والے گاہک یہاں آ کر بیٹھ سکیں۔ اس چھت کا راستہ علیحدہ سے تھا۔ ویسے پہلے منزلے اور نیچے کے بڑے ہال سے بھی یہاں تک پہنچنے کے لیے ایک علیحدہ زینہ تھا۔

ہال پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے وہ کاؤنٹر کی طرف چلے گئے۔ اس وقت منیجر خود کاؤنٹر پر موجود تھا۔ بالے کو دیکھتے ہی وہ متوجہ ہو گیا۔ شاید وہ اسے جانتا تھا۔

"فرمایئے؟" اس نے پوچھا۔

"کیا وہ لڑکی آئی؟" بالے نے مبہم سے انداز میں کہا۔

"کون...وہ؟" منیجر چونک کر بولا۔ "نہیں، لیکن آنا چاہیے آج۔"

"ہم لوگ اوپر کھلی چھت پر ہیں۔ اس کے آتے ہی مجھے اطلاع کرا دیجیے گا۔"

"آپ اطمینان رکھیے۔" منیجر نے وعدہ کیا۔ بالے شوکت کے پاس لوٹ آیا۔

"چلو۔"

"لو، اب کاں چلو۔ کیا ہوٹل کے اندر بھی سڑک مڑک چھوٹی ہے۔"

"اوپر، آسمان پر۔"

"تم جاؤ، میاں خان، اپنے دن نئیں بھرے ہیں ابھی۔"

"ارے چھت پر چل رہے ہیں نا۔"

"واں کیا گھی کے لڈو ملیں گے؟ یاں دیکھو نا، شاعر کی شاعری کے گل وبلبل بھرے پڑے ہیں۔"

"میں شاعری کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو تم جاؤ، میں یہیں بیٹھوں گا۔ وہ جو کہا ہے کسی نے کہ دیدے میں کوڑھ کو کیا آئے نظر اور کیا کیا دیکھے۔ دیکھنے والا تماشا دیکھے۔"

"پچھتاؤ گے، گدھے۔ حوریں جنت میں ہوتی ہیں اور جنت اوپر ہوتی ہے۔"

بالے نے اس کے انداز میں اسے سمجھایا۔

"اللہ قسم۔" شوکت نے آنکھیں چکا کر پوچھا۔

"خود دیکھ لونا چل کر۔"

شوکت نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ بالے کے ساتھ زینہ طے کرتا ہوا اوپری منزل کی چھت تک خاموش ہی چلا گیا۔ شاید آنکھوں دیکھے بغیر وہ کوئی تبصرہ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا، لیکن بالے کا قول سچ ہی نکلا۔ یہاں تنہائی پسند جوڑے علیحدہ علیحدہ میزوں پر اطمینان سے بیٹھے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ اکا دکا اکیلی لڑکیاں بھی تھیں۔ اور میز پر ایک طرف ایک ننگی پنڈلیوں والی اینگلو انڈین لڑکی جو زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال کی معلوم ہوتی تھی، تنہا بیٹھی کوکا کولا کی بوتل میں اسٹک ڈالے چسکیاں لے رہی تھی۔ وہ اگر خوبصورت نہیں تھی، رنگ گورا تھا اور جسم گدلایا ہوا۔ شوکت کی نگاہیں کئی میزوں پر قلابازیاں کھا کر اسی پر جم گئیں۔ بالے نے بیٹھتے ہی کافی کا آرڈر دے دیا اور پھر چھت پر موجود لوگوں کا سرسری جائزہ لینے لگا۔

"یار بالے بھائی، تم سنگ دل ہو۔" اس نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بالے کو چھیڑا۔

"کیوں، تمہارا سر پھوڑ دیا کیا؟"

"دیکھو نا، بیچاری اکیلی بیٹھی ہے کب سے، جیسے سوکھے...... پہ بلبل۔ کوئی خیریت میریت بھی نہیں پوچھتا۔"

"تم ہی پوچھ دیکھو۔"

"جاؤں؟"

''کس نے روکا ہے؟''

''اور جو بگڑ گئی تو؟''

''جوتے کھالینا۔''

''ارے ایسا ویسا سمجھا ہے کیا۔ میں سالی کے باپ سے بھی بات کرکے دکھاتا ہوں کوئی تم اکیلے ہو کیا وائلفو۔'' شوکت اکڑ گیا۔

''میں مدد نہیں کروں گا تمہاری۔''

''اللہ مدد کرے گا۔ تم کیا کرو گے خودغرضیئے۔'' شوکت نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ آس پاس ایک نظر ڈال کر اس میز کی طرف بڑھ گیا۔ بیٹھے ہوئے لوگوں میں کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا اور وہ لڑکی بھی اس وقت دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

''ماچس ہے آپ کے پاس، یانی کہ دیا سلائی؟'' شوکت نے ہمت کرکے اس سے اچانک سوال کیا۔ وہ یہ غیر متوقع آواز سن کر چونک پڑی۔

''آئی ایم سوری؟'' اس نے شوکت کو نظرِ غائر سے دیکھتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

''میں نے مانگی ہے۔'' شوکت نے دوبارہ اپنا سوال دُہرایا۔

''امارا پاس ماچس نہیں ہے، ام سگریٹ نہیں پیتا ہے۔'' لڑکی نے نرم لہجے میں ہندوستانی بولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیا پیتی ہیں آپ؟'' شوکت نے زبردستی سامنے والی کرسی پر جمتے ہوئے پوچھا۔

''یو اسٹوپڈ۔'' وہ مسکرائی۔

''اے ہیرا، دو اسٹوپڈ لاؤ۔'' شوکت فوراً ہی بول پڑا۔ جس پر لڑکی کو تو اس بری طرح ہنسی آئی کہ ٹھسکا لگ گیا اور ربالے نے رومال منھ پر رکھ لیا۔ شوکت سوالیہ نظروں سے

بالے کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنا وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ بولنے میں کوئی غلطی ہو گئی۔ لیکن اب جھینپنے سے فائدہ۔ بیرا قریب آچکا تھا۔

''ہم... میں مذاق کر رہا تھا۔'' شوکت نے بات بنانے کی کوشش کی۔ ''آپ کچھ پئیں تو منگائیں۔''

''اوہ نو، تھینکس۔'' لڑکی نے اب بھی لہجے میں شرافت برقرار رکھی۔ لیکن شوکت بدستور چکنا گھڑا بنا رہا۔

''مجھے آپ سے مل کر بہوت خشی ہوئی۔'' شوکت نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھنے کی کوشش کی۔

''جی؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''یانی، یانی کہ پلیز میٹ یو۔'' شوکت نے گھبرا کر اپنا مفہوم لنگڑی انگریزی میں ادا کر ڈالا اور لڑکی کو پھر رومال منہ پر رکھ لینا پڑا۔ شوکت کو اس بار خفیف سی جھینپ محسوس ہوئی، لیکن جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو بالے کی نشست خالی پڑی تھی۔ اسے فوراً بہانہ ہاتھ آگیا۔

''دراصل میں... میں اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے یاں آبیٹھا تھا۔'' شوکت نے بات بنائی۔

''کس سے؟'' لڑکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ارے وئی، اُور بیٹھا تھا نا، ایک یتیم خانے کا منشی ہے جب دیکھو جب چندہ مانگتا رہتا ہے۔''

''یتیم کھانے، وہاٹ؟'' لڑکی نے یتیم خانے کی تشریح طلب کی۔

''یانی کہ انا تھ آشرم، یانی آرفنج۔''

''اوہ۔'' وہ پھر ہنس پڑی۔ ''یو مین آرفنج۔''

''ہاں وئی۔ سالے ہر ماہ گھیرے رہتے ہیں۔ دو چار ہزار روپیہ تو ہر مہینے میں ان کو

دینا پڑتا ہے۔" شوکت نے اس پر اپنی دولت مندی کی دھونس جمائی۔

"دو چار ہزار، تو پھر آپ بڑا آدمی ہوئیگا۔" لڑکی اس کی طرف زیادہ گرم جوشی سے متوجہ ہوئی۔

"کاے کا بڑا وڑا۔ بس میں سال میں دو تین لاکھ کما لیتا ہوں۔" شوکت نے لاپروائی سے کہا۔

"دو تین لاکھ، او گاڈ۔"

"دو تین لاکھ تو خالی انکم ٹیکس والوں کے لیے ہے۔ ویسے آپ کی دعا سے منافا پانچ چھ لاکھ سے کم نہیں ہوتا۔"

"پانچ... چھ... لاکھ!" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے اور پھیل گئیں۔

"ہاں، اس میں حیرت میرت کی کیا بات ہے۔ اب کے جو ٹھیکا میں نے لیا اس میں دس لاکھ سے کم نہیں کماؤں گا۔"

"دس... لاکھ!" کہتے کہتے لڑکی چکرا کر کرسی سے گر پڑی اور شوکت حونقوں کی طرح بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے یہ کیا ہو گیا آپ کو؟" وہ اسے بازو سے جھنجوڑتے ہوئے حیرت سے بولا۔ اتنے میں دوسری میزوں سے بھی لوگ اٹھ کر قریب آ گئے تھے۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ایک ادھیڑ عمر آدمی نے پوچھا۔

"میں کیا علمِ غیب ہوں، دورہ مورہ آیا ہوگا کچھ سالی کو۔" شوکت نے پلٹ کر اسے جواب دیا۔

"اس نے کچھ کیا ہوگا۔" شوکت کو مجمع میں سے ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔

"کون؟ میں؟ میاں خان شرم نہیں آتی شریف خاندان پر الزام لگاتے۔ میں کاے کو کروں گا اس کے ساتھ کچھ۔" شوکت اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس کی نظریں مجمع

میں سارجنٹ بالے کو تلاش کرنے لگیں۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ لوگ لڑکی کے ہوش میں آنے سے پہلے زبردستی مشتعل نہ ہو جائیں۔ مگر لڑکی کو جلد ہی ہوش آ گیا۔ وہ خود کو چاروں طرف سے گھرا دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میڈم، کیا اس موٹے نے کچھ کیا تھا آپ کے ساتھ؟" اس نوجوان آدمی نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔

"نہیں، ان کا کچھ حرکت نہیں۔ یہ تو بھوت بڑے آدمی ہیں۔ میرے کو چکر آ گیا تھا۔" لڑکی دوبارہ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی اور لوگ اس وضاحت کے بعد اپنی نشستوں پر لوٹ گئے۔ لیکن لڑکی کے ان الفاظ نے شوکت پر اس قدر اثر کیا کہ وہ دوبارہ اس کی میز پر جم گیا اور اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کولا منگا دوں یا آرینج؟" شوکت نے اس سے پوچھا۔

"او نو، تھینک یو ویری مچ۔ میں اب ٹھیک ہوں۔" لڑکی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میں تو ڈر گیا کہ نہ جانے کیا ہو گیا سالا۔"

"آپ کی ہمدردی کا بھوت بھوت سو کریا۔"

"کاہے کا شکریہ، نہ تو آپ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں۔"

"کیا آپ کے پاس گاڑی ہے؟" لڑکی نے اس سے دریافت کی۔

"گاڑی؟ ہاں ہاں، ڈمی موٹو کی نئی کار ہے ۲۲ ہزار کی۔" شوکت نے میک اور قیمت بھی بتا ڈالی۔

"مجھے میرے گھر تک چھوڑ دیگا تو بڑا مہربانی ہو یگا۔" لڑکی نے درخواست کی۔

"شور، شور، یعنی ضرور۔ ابھی چلیے۔"

لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔ شوکت نے ایک نظر چاروں طرف دیکھا۔ بالے کا ابھی تک

پتا نہ تھا۔ پھر ہمت کر کے اس نے لڑکی کا بازو تھام لیا اور اسے سہارا دے کر چلنے لگا۔ بالے نیچے بھی نہیں تھا، لیکن شوکت کم از کم ایک ایسے موقع پر بالے کی فکر کرنے کو تیار نہ تھا جب اس کے پہلو میں اتفاق سے کوئی خوبصورت لڑکی چل رہی ہو۔ ہوٹل سے باہر آتے ۔۔۔ سر دو ایک بار اس کے کاندھے سے بھی ٹکرا دیا اور ہر بار شوکت کو جھرجھری آئے بغیر نہ رہ سکی۔

مگر سائڈ پارک میں پہنچتے ہی شوکت کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس کی کار غائب تھی اور یقیناً بالے ہی اسے لے گیا ہوگا۔ زندگی میں اس سے بڑی خفت اور کیا ہو سکتی تھی کہ شوکت کو ایک لڑکی کے سامنے اس طرح خجل ہونا پڑا۔ وہ ابھی ابھی اسے بتا چکا تھا کہ میری کار باہر کھڑی ہے اور کار کو موجود نہ پا کر جو خفیف سی طنزیہ مسکراہٹ لڑکی کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی وہ جیسے کہہ رہی ہو۔ ”ڈوب مرو پانی میں، جھوٹے۔“

”اللہ قسم یہیں کھڑی تھی میری کار۔ ضرور یہ اسی کی حرکت ہوگی۔“

”کسی کی؟“ لڑکی نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”ارے وہی سار...“ لیکن لفظ پورا ادا کرنے سے پہلے اس نے زبان دانتوں میں اس طرح دبالی جیسے جبڑے میں چک اٹھی ہو۔ ”وئی سار جو۔“

”سار جو تو کیا نام ہے کسی کا۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”وہ جو منشی خانے کا یتیم۔ لاحول ولاقوۃ، یتیم خانے کا منشی تھا۔“

”تو اس کا نام سار جو تھا۔ ایسا نام تو ہندو لوگ کا ہوتا ہے۔“ لڑکی تنقید کی۔

”اارے نہیں نہیں، وہ انڈوں کی نسل سے... اونہہ نہہ، یانی کہ انڈنیشی نسل سے ہے۔ واں ایسے ئی نام وام ہوتے ہیں۔ جیسے شاستر میں جوجو، سیو سیکارنہو، ٹمیا دو وغیرہ۔“

اس کی تصحیح پر لڑکی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔ شوکت حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا، لیکن اس سے پہلے کہ اس کا موڈ خراب ہو لڑکی نے جلدی سے بات بنادی۔

”بڑا ونڈرفل ہوگا وہ یتیم کھانے کا منشی جو ڈرائیونگ بھی جانتا ہے۔“

”کون...؟ ارے سالا خرانٹ گیدڑ ہے۔ پہلے کہیں ڈرائیور رہا ہوگا۔ مجھے مل جائے تو میں اس کی ہڈی پسلی پیس کے قیمہ بنا دوں۔“

”آپ کاے کو اتنا کھفا ہوتا، ہم کو ٹیکسی مل جائے گا۔“

”وہ تو مل جائے گی، مگر یہ سالا یتیم خانے کا منشی خانہ یانی کہ خوب کہا ہے کہ وہ باپ کا مال دادا جی کا۔“ شوکت بڑبڑاتا ہوا اس کے ساتھ چلتا رہا۔ کمپاؤنڈ کے باہر انہیں ٹیکسی مل گئی۔

پچ پوائنٹ

بالے شوکت کی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے دانستہ یہ حرکت کی تھی، ورنہ وہ ٹیکسی بھی استعمال کر سکتا تھا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے پاکٹ کمیونیکیٹر نکال لیا اور اس کی فولڈنگ راڈ اونچی کر کے کھڑکی سے باہر نکال دی۔ یہ ٹرانسمیٹر ۱۲۰ کے سائز والے کیمرے کے برابر، لیکن چپٹا تھا، جس میں نیچے تین تین انچ کی دو نائٹرک ایسڈ کی بیٹریاں نصب تھیں۔ اس کا رسیور اور ماؤتھ پیس ایک ہی تھا جو ٹرانسمیٹر کے درمیان میں کسی کیمرے کے لینس کی طرح نصب تھا۔ عام آدمی اسے دیکھ کر کیمرہ ہی سمجھتا، کیونکہ اس قسم کے ٹرانسمیٹر بڑی محدود تعداد میں محکمہ خفیہ کی خاص ضرورتوں کے لیے جاپان سے منگوائے گئے تھے۔

ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ اور دوسرے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر تھام کر بالے نے دانتوں سے اس کا ایک بولٹ گھما دیا، جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا سوراخ ٹرانسمیٹر میں روشن ہو گیا اور چند سیکنڈ بعد کرۂ بار کی ریڈیائی لہروں کے ڈسٹربنس کی کڑکڑاہٹ اس پر سنائی دینے لگی۔ بالے نے لینس ہول منہ کے قریب کر کے کال نشر کرنا شروع کر دیا۔

لیس بی کالنگ، ایس بی ڈی سی پی۔"

تیسرے کال پر ہی اسے ٹرانسمیٹر سے خان کی آواز سنائی دی۔ وہ ہر کال کے بعد لینس سے کان لگا دیا کرتا تھا۔

"ایس پی ڈی سی پی اٹنڈ نگ۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"میں اس مشتبہ لڑکی کا پیچھا کر رہا ہوں۔ وہ کیفے الگوزا سے ایک نوجوان آدمی کے ساتھ کار پر کہیں جا رہی ہے اور ایک اور مشتبہ لڑکی شوکت کے ساتھ ہے۔ ممکن ہے کوئی آوارہ پیشہ ور لڑکی ہو۔ اور ٹیکسی نمبر ا ۲۷ کو میں نے ہدایت کر دی ہے کہ ان پر نظر رکھے اوور۔" بالے

نے کہا۔

''لوکیشن، اوور۔''

''مارٹن روڈ ساؤتھ، کار کا رخ شمالی علاقے کی طرف ہے اوور۔''

''موقع ومحل کے اعتبار سے وائرلیس کنکشن قائم رکھنا۔ میں اٹینڈ کر رہا ہوں اوور۔'' یہ کہہ کر خان نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس سلسلۂ گفتگو کے باوجود نہ تو کار کی رفتار میں ہی کوئی فرق آیا نہ بالے کی نگاہیں آگے جاتی ہوئی کار سے ایک پل کے لیے ہٹیں۔ اور اس کا رخ اب پیچ پوائنٹ کی طرف تھا۔ پیچ پوائنٹ، وہ غیر آباد تفریحی مقام کہلاتا تھا، جہاں شام کے دھندلکے میں شہر کے رومان زدہ خوش فکرے تنہائی کے لمحات گزارنے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ شہر کے نشیبی علاقوں کی بلندی یہاں آ کر ختم ہوتی تھی اور یہاں سے وہ پلیٹو نما پہاڑی علاقہ شروع ہوتا تھا جو آگے جا کر بلند ہوتی ہوئی مختلف پہاڑیوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ پیچ پوائنٹ خاردار تاروں سے گھرا ہوا تقریباً نصف میل کے پھیلاؤ کا میدان نما حصہ تھا۔ اس میں بڑی چٹانوں نے اپنے پہرے قائم کر رکھے تھے۔ یہ چٹانیں رومانی جوڑوں کے لیے بہترین آڑ کا کام دیا کرتی تھیں۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے شفق پھوٹنے اور شام کو سورج ڈوبنے اور اندھیرا چھانے کا درمیانی وقفہ اس مقام پر بڑا رومانی ہوتا تھا۔ ان اوقات کا قدرتی دھندلکا سیفون کی سرمئی چادر کی طرح حدِ نظر تک بچھی ہوئی جاتی معلوم ہوتا۔ اگر چاندنی رات نہ ہوتی تو پیچ پوائنٹ کا تصور بھی رات کے اندھیرے میں کوئی نہ کرتا، کیونکہ روشنی میں یہ مقام جس قدر رومانی اور پرسکوت اور دھندلکے میں جس قدر جذبات خیز معلوم ہوتا، اندھیرے میں اتنا ہی بھیانک ہو جاتا تھا۔ چڑھاؤ سے پہلے ہی ہموار نرم زمین میں بڑے بڑے درختوں سے گھرے ہوئے چند پختہ مکانات تھے جن کی آبادی پر امن اور کسی قدر با اصول تھی۔ کیونکہ رات کے اوّلین اوقات میں ہی یہاں سناٹا چھا جاتا تھا۔ بہت کم لوگ گھروں سے باہر نکلتے۔ یہ مکانات بھی درختوں کے درمیان رات کے سناٹے میں سونے،

خاموش اور ویران سے کھڑے بہت بھیانک نظر آتے تھے۔ بیچ پوائنٹ کی راتیں پہلے اتنی بھیانک نہیں ہوتی تھیں۔ بہت سے نڈر قسم کے جوڑے ان دنوں بھی تخلیہ تلاش کرتے ہوئے ادھر آنکلتے تھے۔ لیکن دو سال پہلے یہیں ایک قتل کی واردات ہوگئی تھی اور تب سے نفسیاتی طور پر رات کا اندھیرا اس مقام پر خوفناک ہو جاتا۔ دو سال قبل یہاں ایک اٹھارہ انیس برس کی جوان لڑکی کو کسی نے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ اس کی لاش مختلف ٹکڑوں میں پائی گئی تھی۔ یہ واردات رات کی تاریکی کے پردے میں خموشی سے عمل میں آئی تھی اور صبح سویرے جب لاش ایک چٹان پر مختلف حصوں میں پڑی دیکھی گئی تو لوگ اس منظر کی تاب نہ لاسکے۔

پولیس نے بعد میں اس کیس کے مجرم کو بہت تلاش کیا، لیکن پتا نہ چل سکا۔ بہرحال تب سے یہ مقام راتوں کو ویران رہنے لگا۔ کبھی اتفاق سے ہی کوئی باہمت یا پھر چوری چھپے ملاقاتوں کے لیے مجبور جوڑا آجاتا تو آجاتا، لیکن اس مقام سے متعلق اس سنسنی خیز روایت کے باوجود اسے مختلف رومانی ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ بعض منچلے اسے لواسپاٹ (love spot) اور ہنی مون پارک کے نام سے یاد کرتے تھے۔

وہ کار بیچ پوائنٹ کے نشیبی راستے پر رک گئی۔ یہاں سے آگے پیدل ہی جانا ہوتا۔ کار سے اترنے والا ایک اچھی حیثیت کا جوان آدمی اور ایک خوبصورت سی جوان لڑکی تھی، جس نے نیلگوں سایہ پہن رکھا تھا۔ آسمان پر آٹھویں یا نویں دن کا چاند روشن تھا اور اس کی مدھم چاندنی بھی کیف میں ڈوبی ہوئی نیند کی طرح سہانی اور رومان پرور معلوم ہو رہی تھی۔ اس چاندنی میں متحرک انسانی سائے صاف تو نظر نہیں آتے تھے، لیکن ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا مشکل نہ تھا۔ بالے نے اپنی کار ایک چٹان کی آڑ لے کر سڑک سے اتار کر روک لی اور خود بھی پیدل ہو گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی اسے کچھ ایسا محسوس ہونے لگا جیسے سراغ رسانی کے چکر میں وہ جھک مارنے لگا ہو۔ وہ دونوں یہاں تنہائی میں محبت کا کھیل ہی تو کھیلنے آئے تھے اور یہ کوئی غیر قانونی حرکت نہ تھی، تو کیا وہ فضول وقت ضائع کر رہا ہے۔ اس خیال سے اسے الجھن بھی

ہونے لگی وور وہ بجھا بجھا سا ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔

ان دونوں کے سائے اسے دور سے ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک چٹان پر دوش بدوش بیٹھے تھے۔ بالے کا جی چاہا کہ خان کو پاکٹ ٹرانسمیٹر پر خبر دے کر وہ یہاں سے چل دے، لیکن پھر ماحول کی رومان انگیز کیفیت اور کھلی ٹھنڈی ہوا کے لطیف جھونکوں نے اسے کاہل بنا دیا۔ وہ سوچنے لگا کچھ دیر کھلی سانسیں ہی لے لی جائیں۔ وہ جس چٹان پر بیٹھا تھا یہ ایک علیحدہ سی کسی قدر اونچی اور چکنی تھی۔

نہ جانے کب تک وہ اسی کیفیت میں کھویا رہتا، لیکن ایک عجیب سی چیز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ اس کا ہاتھ فوراً اس جیب میں چلا گیا، جس میں ریوالور موجود تھا، لیکن وہ سفید سا سایا جو داہنی طرف اس کے بالکل قریب لہرایا تھا، باریک سا سریلا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ بالے حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ سر سے پیر تک برف کی طرح باریک سفید لباس میں لپٹی ہوئی وہ ایک حسن و شباب کا مجسمہ تھی۔ بالے نے بہت سی خوب صورت لڑکیاں دیکھی تھیں، بہت سی حسین لڑکیاں اس کی ہم رقص بھی رہ چکی تھیں اور کئی نے اس سے رشتہ محبت جوڑنے کی بھی کوشش کی تھی، مگر یہ لڑکی سب سے علیحدہ اور غیر معمولی طور پر خوب صورت نظر آ رہی تھی۔ اس کا سفید دودھیا لباس، اس کا روشن چہرہ کھلی ہوئی بڑی آنکھیں اور ماتھے پر بکھر جانے والے ریشمیں بال، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی جنت کی حور ہو اور راستہ بھٹک کر زمین پر اتر آئی ہو۔ ہنستے وقت اس کے موتی جیسے دانت چمکتے ہوئے ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے موتیوں کی قطاریں اوپر تلے چن دی گئی ہوں۔ اگر یہ کوہ کاف کی پریوں کا روایتی دور ہوتا تو چاندنی میں نہائی ہوئی اس رات میں اس لڑکی کا وجود کسی ایسی ہی چیز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بالے نے گھوم کر ایک بار پھر اس مشتبہ لڑکی اور اس کے ساتھی کو دیکھا جو دور چٹان کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے، لیکن وہ یہ اندازہ لگائے بغیر نہ رہ سکا کہ ان میں سے کسی کی توجہ اس طرف نہیں تھی۔ پچ پوائنٹ کے اس ویران ماحول میں بس یہی چار متنفس تھے، لیکن اس وقت تو وہ سچ مچ ٹپٹا گیا جب وہ لڑکی بلا

تکلف اس کے پاس ہی چٹان پر بیٹھ گئی۔اس نے ایک لمبی ٹھنڈی سانس کھینچی اور آسمان پر بیٹھے ہوئے چاند کو دیکھنے لگی۔

"کتنا روح پرور ہے یہ منظر۔" وہ بڑبڑائی۔

"ہوسکتا ہے۔" بالے نے گھبرا کر کہا اور اس چٹان سے اٹھ کر دوسری پر آ کر بیٹھ گیا، لیکن اس نے جیسے ہی نگاہ پھیری وہ لڑکی اسے یہاں بھی پیچھے بیٹھی نظر آئی۔وہ مسکرا رہی تھی۔

"تم مجھ سے بھاگ نہیں سکتے، میں پچھلے دو سو برس سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔ یاد ہے ہم پہلی بار کہاں ملے تھے؟"

"جہنم میں۔" بالے نے جھنجھلا گیا، لیکن ساتھ ہی اس کے اندر کا چور نہ جانے کیوں اب اسے اس بات پر مجبور کرنے لگا تھا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ کر نہ بھاگے۔اس کی آنکھیں جیسے اس کے حسن کو اپنی گہرائیوں میں جذب کر لینا چاہتی ہوں۔

"محبت کرنے والوں کے لیے جہنم میں کوئی جگہ نہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تو رانی باغ میں ہوگی۔"

"اونہونہہ، ان کی جگہ ایک دوسرے کے دل میں ہوتی ہے۔"

"بشرطیکہ دونوں آگرہ کا ٹکٹ کٹا چکے ہوں۔"

"تم آج بہت دلچسپ موڈ میں نظر آ رہے ہو، حالانکہ پہلے ہمیشہ سنجیدہ ہی نظر آتے تھے۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"آپ کی نظر سینما سکوپ ہے یا وسٹا وژن۔" بالے بھی اس انداز گفتگو پر اتر آیا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟" وہ یک بیک سنجیدہ ہوگئی۔" حالانکہ میں نے تمہارے انتظار میں دو سو برس یہیں بھٹکتے گزارے ہیں۔تم شاید سب کچھ بھول گئے ہو۔"

"مجھے حساب یاد ہے۔" بالے نے ہاتھ ہلایا۔" پیر و مرشد نے کہا تھا کب کوئی پاگل گلے پڑ جائے تو اس کے دماغ کے اسکرو ذرا ٹائٹ کر دو۔"

"تم بڑے بے رحم ہو، بڑے جلاد، لیکن... لیکن میں جانتی ہوں تم مجھے بھول نہیں سکتے، تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ ایک نہ ایک دن تم ضرور میرے پاس آؤ گے۔"

"تم چھٹی میں اپنے گھر کا پتا لکھ دینا، میں آجاؤں گا، بس۔"

"سچ۔" یہ کہہ کر اس نے بالے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور بالے کے تنفس کی رفتار تیز ہوگئی۔ وہ پراسرار وجود جو کوئی بھی ہو، لیکن اتنی خوب صورت، اتنی جوان اور پھر اس کے گدگدائے ہوئے گداز جسم کا لمس... بالے کو وشواتر یاد آگئے، لیکن اسے ہوش میں آتے بھی دیر نہیں لگی۔ زبان کی حد تک وہ کتنا ہی دل پھینک، رومان پسند سہی، لیکن کردار میں وہ اتنا کم زور نہ تھا کہ جذبات کے طوفان میں تنکے کی طرح بہہ جائے۔ اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"اچھی لڑکیاں دور سے بات کیا کرتی ہیں۔" وہ اس کی باہوں کو اپنی گردن سے الگ کرتے ہوئے بولا، لیکن اس سے پہلے کہ اسے کوئی جواب ملے، دور سے سنائی دینے والی ایک نسوانی چیخ نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ چیخ اس مشتبہ لڑکی کی ہی ہو سکتی تھی۔ بالے اس پراسرار لڑکی کو پیچھے جھٹک کر اس چٹان کی طرف دوڑا، لیکن جب وہ قریب پہنچا تو وہ لڑکی اپنے ساتھ مرد سے باتیں کرتی ہوئی ملی۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

"یہ چیخ آپ کی تھی؟" بالے نے نزدیک ہو کر لڑکی سے پوچھا۔

"اوہ...، جی ہاں، یہ ایک ننھے سے مینڈک سے ڈر گئی تھیں۔" لڑکی کا ساتھی مرد بول پڑا۔

"معاف کیجیے گا، میں نے مداخلت کی۔" یہ کہتا ہوا بالے جیسے ہی پلٹا، وہ پراسرار سفید پوش لڑکی غائب تھی۔ بالے نے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ انسان تو کجا اسے کسی جانور تک کا سایہ نظر نہیں آیا۔ اور اتنے بڑے صاف علاقے میں وہ اس طرح اچانک نظر سے چھپ گئی تھی۔

"تو پھر وہ کہاں گئی؟" وہ بڑبڑایا۔

"کون؟" اس آدمی نے چونک کر پوچھا۔ "کوئی کھو گیا ہے کیا؟"

"نہیں۔ میرے ساتھ ابھی ایک لڑکی بیٹھی تھی اس چٹان پر۔" بالے نے بتایا، جس پر وہ دونوں کچھ غور سے اسے دیکھنے لگے، جیسے انہیں اس بیان پر حیرت ہو رہی ہو۔ "پھر وہ..." بالے نے مرد کو گھور کر سوال کیا۔

"کیا آپ واقعی ہوش میں ہیں؟" وہ آدمی الٹا بالے سے ہی سوال کرنے لگا۔

"اور آپ نے کیا مجھے قلابازیاں کھاتے دیکھا ہے۔"

"تو پھر آپ کوئی بہت گہرے تصورات رکھنے والے شاعر ہوں گے۔"

"میری سات پشتوں میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا ہے، لیکن یہ خیال کیوں؟"

"جناب، اتنی دیر سے ہم لوگ بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ اس چٹان پر اکیلے ہی بیٹھے تھے اور آپ بتا رہے ہیں کہ ایک لڑکی ساتھ تھی۔ کیا وہ کالے کپڑے پہنے تھی جو ہمیں نظر نہیں آئی؟"

"نہیں، وہ بالکل سفید لباس میں تھی۔"

"تب پھر آپ کو ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ ہم نے تو آپ کو اکیلے ہی وہاں بیٹھے کچھ بڑبڑاتے دیکھا ہے۔ ہم یہی سمجھے کہ آپ یا تو شعر وغیرہ کہہ رہے ہیں یا کسی سوچ میں پریشان ہو کر اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

"میں تو خیر قطعی صحیح ہوں، مسٹر، لیکن شاید آپ لوگوں کو کچھ ہو گیا ہے۔" بالے نے روکھے لہجے میں کہا۔

"ارے ڈارلنگ، کہیں یہ اس چڑیل کی چٹان پر تو نہیں بیٹھ گئے۔" وہ لڑکی چونک کر ساتھی سے بولی۔

"چڑیل کی چٹان؟ وہ بھی چونک پڑا۔" تو کیا وہ چٹان وہی ہے؟"

"میں کیا جانوں، مگر سنا ہے کہ ان ہی چٹانوں میں سے کسی چٹان پر وہ قتل کی گئی تھی۔

اور... اوران کا بیان اگر سچ ہے تو ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ یہ کہتی ہوئی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ چڑیل کی چٹان کیسی ہوتی ہے، میڈم؟" بالے اب براہِ راست اس لڑکی سے مخاطب ہوگیا۔

"مجھے خود بھی معلوم نہیں، مگر لوگوں سے سنا ہے کہ دو سال پہلے یہاں کسی چٹان پر ایک اٹھارہ انیس سال کی لڑکی کو رات میں بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ رات کے سناٹے میں وہی چڑیل بن کر گھومتی پھرتی ہے اس چٹان کے آس پاس۔" لڑکی نے خوف زدہ انداز میں اسے بتایا۔

"اور آپ لوگ یہ جانتے ہوئے یہاں رات کو چلے آئے۔" بالے کے لہجے میں طنز کا پہلو تھا۔

"ہم لوگ بھوت، چڑیل، روح وغیرہ کو نہیں مانتے، نہ ان کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔" مرد نے جواب دیا۔

"لیکن اگر یہ ماننے والی چیزیں نہیں ہیں تو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان کے ساتھ کیا پیش آیا ہے؟" لڑکی بالے کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھی سے ہی الجھ پڑی۔"

"شاید انہیں بھی وہم ہو گیا ہو۔"

"نہیں، ڈارلنگ، چلو یہاں سے، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اف، کتنا بھیانک ہے یہ مقام۔"

"میں نے پہلے سوچا بھی نہ تھا۔" وہ اپنے ساتھی کا بازو تھام کر کھینچنے لگی۔

"اچھا، چل تو رہے ہیں۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "آپ بھی ساتھ چلے چلیے، صاحب۔ پتا نہیں یہاں کیا ہو۔" اس نے بالے کو مشورہ دیا۔ اور نہ جانے کیوں بالے اس وقت اس تجویز کو رد نہ کر سکا۔ یا شاید نفسیاتی طور پر وہ اس واقعہ سے کسی قدر متاثر ہو گیا تھا۔ اس

نے پھر ایک نظر چاروں طرف دوڑائی اور ان کے ساتھ ڈھلوان اترنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

روح کا خط

"کیا اس لڑکی نے تمہیں کیفے الگوزا میں دیکھ لیا تھا؟"

"نہیں، منیجر نے جیسے ہی مجھے خبر بھیجی میں نیچے اتر کر ایک کیبن میں آ گیا تھا۔ وہاں سے میں اس کی نظر رکھ سکتا تھا۔ وہ آدمی پہلے سے اس کا انتظار کر رہا تھا اور اس کے آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی دونوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔"

"وہ دوسرا آدمی؟" خان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ وہ شیئر بازار کا ایک بروکر ہے۔ نام اس کا رسیک لال ہے۔" بالے نے بتایا۔

"بیچ پوائنٹ کا مرڈر تو ایک مشہور واقعہ ہے، لیکن یہ فنطیسی جو تم بیان کر رہے ہو بچوں کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔"

"بچوں کو معلوم ہوتی ہوگی اور میں بڑا بوڑھا ہوں۔"

"مجھے تمہارے بڑھاپے پر رحم آتا ہے۔"

"میں نے محاورہ عرض کیا تھا، ورنہ ظاہر ہے کہ عمر میں آپ میرے قبلہ و کعبہ معلوم ہوتے ہیں۔"

"خیر، چلو تمہاری تفریح تو ہو ہی گئی۔" خان مسکرایا۔

"اگر اس لڑکی کی روح کو میرے حال پر رحم نہ آ گیا ہوتا تو میں بوریت کا عالم گیر ریکارڈ قائم کر دیتا۔"

"مگر تم یہ چٹان والی روح کی کہانی سنا کر مجھے خوش نہ کر دیتے تو میں تمہیں ان آوارہ لڑکیوں کے پیچھے گھومنے کی کافی سزا دیتا۔"

"ارے تو کیا آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے..."

"وہ پیشہ ور لڑکیاں ہیں جو الٹرا ماڈرن ہی سوسائٹی میں اپنے شکار ڈھونڈھتی پھرتی ہیں۔"

"لیکن ایسی ہی لڑکیاں بعض اوقات سنگین جرائم سے وابستہ بھی پائی گئی ہیں۔"
بالے نے بحث شروع کر دی۔

"مجھے صرف رام سرن کے کیس سے دلچسپی ہے۔ اگر تمہاری ملاقات وہاں قلوپطرہ کی روح سے بھی ہوئی ہوتی تو میں تمہیں اول درجے کا گدھا سمجھتا۔"

"رقیبوں کا لہجہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔"

"تو تم نے اپنے ساتھ ساتھ اس احمق کو بھی اس چکر میں پھنسا دیا ہے۔ وہ لڑکی اسے مونڈ ڈالے گی۔"

"اچھا ہے، راہ چلتے عشق فرمانے کا تجربہ تو ہو جائے گا بیٹے کو۔"

لیکن بات یہیں رہ گئی، کیونکہ غلام رسول ایک لفافہ ہاتھ میں لیے اندر آ پہنچا تھا۔

"صاحب، شوکت میاں کا نوکر یہ خط لایا ہے۔ انھوں نے کہلایا ہے کہ بالے صاحب نے کار جب واپس بھیجی تھی تو یہ خط ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے پڑا ہوا تھا۔" اس نے لفافہ خان کی طرف بڑھا دیا۔ اور خان نے اسے بالے کی طرف بڑھا دیا۔ لفافے کا رنگ گلابی تھا اور وہ ایک لطیف سی خوشبو میں بسا ہوا تھا۔ لفافے کے اوپر صرف 'میرے محبوب کے نام' لکھا ہوا تھا۔ بالے اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"تو یہ بات ہے۔" خان الفاظ کو چباتے ہوئے بولا۔

"کک... کیا بات ہے؟ آپ کو ضرور غلط فہمی..."

"تم سراغ رسانی کا ڈھونگ رچا کر وہاں کسی لڑکی سے ملاقات کرنے گئے تھے۔"

"اپنی سات پشتوں کی قسم کھاتا ہوں۔"

"بکومت، تمہاری حماقتیں آج کل عرج پر ہیں۔"

"پہلے اسے کھول کر تو دیکھ لیجیے۔" یہ کہتے ہوئے بالے نے خود ہی لفافہ چاک کر ڈالا۔ اس کے اندر کاغذ کا ایک چھوٹا سا پرزہ رکھا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا۔

"میں تمہارا شدت سے انتظار کروں گی۔"

لیلا۔ نیوٹن ہاؤس شنکر روڈ

بالے شپٹا گیا، عبارت ہی ایسی تھی جو خان کے شبہ کو اور قوی کرتی تھی۔

"کیا لکھا ہے؟" خان نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"لکھا ہے تمہاری موت تمہارا انتظار کرے گی۔"

"لاؤ، میں دیکھوں۔" خان نے کاغذ اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پڑھ کر پھر اسے واپس کر دیا۔

"کیا اب بھی بہانے بناؤ گے؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"خیر، تم اس سے ملنے جاؤ گے اسی پتے پر۔"

"لیکن میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں یہ کس کا خط ہے۔" بالے نے بے بسی سے کہا۔

"اس لیے کہہ رہا تھا کہ تم اس سے ملنے جاؤ گے۔"

"آپ کہتے ہیں تو چلا جاؤں گا۔" بالے نے جواب دیا۔

"کیا جرم ہے جو ابھی چلے جاؤ۔ اس نے کوئی وقت تو نہیں لکھا ہے اس میں۔"

"کیا آپ سنجیدگی سے فرما رہے ہیں؟"

"میں حکم دے رہا ہوں۔"

"او کے سر۔" بالے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

نیوٹن ہاؤس ڈگلس نیوٹن کا بنوایا ہوا ایک چھوٹا سا رہائشی بنگلہ تھا جسے وہ ہندوستان سے جاتے وقت اپنے ایک ہندوستانی دوست کو دے گیا تھا۔نیوٹن زمانہ جنگ میں فوجی میجر تھا اور جنگ ختم ہوتے ہی ریٹائر ہو کر اس بنگلہ میں رہنے لگا تھا بعد میں اسے انگلستان کی کسی فرم نے کسی معقول عہدے پر بلا لیا اور وہ اپنے ہندوستانی دوست بش داس کو اپنا بنگلہ دے کر چلا گیا۔بش داس خود صاحب حیثیت تھا اس لیے اس نے اس بنگلے کے اوپر اور نیچے کے حصوں کو علیحدہ علیحدہ کرائے پر اٹھا دیا تھا اور تب سے اس میں کرایہ دار ہی رہ رہے تھے۔شنکر روڈ پر یہ دوسرے مکانات سے علیحدہ ایک چھوٹے سے احاطے میں واقع تھا۔

بالے کی کار جب نیوٹن ہاؤس کے احاطے میں داخل ہو کر دروازے پر رکی تو دالان میں ٹہلتی ہوئی ایک بوڑھی عورت اسے اپنے عینک کے موٹے شیشوں سے گھورنے لگی، پھر وہ خود ہی سیڑھیاں اتر کر قریب آ گئی اور سوالیہ نظروں سے بالے کی شکل دیکھنے لگی۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو یہی نیوٹن ہاؤس ہونا چاہیے۔" بالے نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں تم غلطی نہیں کر رہے، مگر کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

"میں...وہ...وہ.....یعنی کہ لیلا سے۔" بالے نے مصنوعی جھجک کے ساتھ کہا۔

"لیلا سے؟" بوڑھی عورت چونک کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔اس کی پھیلی ہوئی آنکھیں بالے کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

"کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو نہ کہنی چاہیے تھی؟" بالے معذرت خواہ لہجے میں بولا۔

"بالکل ایسی ہی بات، شاید تم تیسرے یا چوتھے پاگل ہو۔" وہ اس کے چہرے کو اور غور سے تکتے ہوئے بڑبڑائی۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"نہیں سمجھے؟ پاگل سمجھتے بھی کب ہیں، خیر آؤ میں تمہیں سمجھا دوں۔"

یہ کہہ کر وہ مڑی اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی والان عبور کرنے لگی۔ بالے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ بوڑھی عورت ایک ڈرائنگ روم میں آ کر رک گئی اور پلٹ کر بالے کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم اسی لیلا سے ملنا چاہتے ہو نا؟ کیوں کہ نیوٹن ہاؤس میں صرف یہی ایک لیلا آئی تھی۔" بوڑھی عورت نے یہ کہتے ہوئے ایک دیوار گیر فریم کی طرف اشارہ کیا۔ ایک انلارج کیا ہوا ایک بڑا سا فوٹو تھا اور اس پر نظر پڑتے ہی بالے چونک پڑا۔ یہ یقیناً اسی پراسرار لڑکی کی تصویر تھی جسے روح سے تعبیر کیا گیا تھا۔ بالے نے تصویر کو غور سے دیکھ کر اثبات میں گردن ہلا دی، لیکن اس کا دماغ اس وقت بری طرح الجھ رہا تھا۔

"تم نے کب سے اسے نہیں دیکھا ہے؟" بوڑھی عورت نے اس سے سوال کیا۔

"کب سے...؟ وہ تو کل ہی مجھے ملی تھی۔" بالے نے سادگی سے بتایا۔

"اوہ خدا! تو پھر تمہارے پاگل پن میں کیا کسر ہے۔ اس لڑکی کو مرے ہوئے دو سال گزر چکے ہیں۔ اسے اس کے ایک دوست لڑکے نے دور لے جا کر قتل کر دیا تھا۔" بوڑھی عورت نے اسے بتانا شروع کیا۔ "بے چاری تھی بہت اچھی اور ملنسار لڑکی۔ اس کے ماں باپ تو تب ہی سے نیوٹن ہاؤس چھوڑ کر چلے گئے۔"

"کہاں؟"

"یہ پتا نہیں، لیکن شاید اپنے وطن ہی گئے ہوں۔ وہ پانی پت کے رہنے والے تھے۔"

"نہ جانے کیا معاملہ ہے، حالانکہ وہ کل ہی مجھے ملی تھی۔" بالے نے کہا۔

"تم اکیلے ہی اس پاگل پن کے شکار نہیں ہو۔ تم سے پہلے بھی تین آدمی اور یہاں

اس سے ملنے آچکے ہیں۔"

"تین اور آچکے ہیں؟" بالے نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں، وہ بھی یہی کہتے تھے کہ وہ انہیں کہیں ملی تھی۔"

"کیا انہوں نے کسی جگہ کا نام نہیں لیا؟"

"لیا ہوگا، مجھے خیال نہیں۔ مگر کیوں، تم سیانوں جیسی باتیں کیوں کررہے ہو۔"

"میں دراصل سیانا پاگل ہوں۔"

"عجیب بات ہے۔" بوڑھی نے سر ہلایا۔ "دیکھنے میں بھی اچھے خاصے معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا ان لوگوں نے بھی چیچ پوائنٹ کا نام لیا تھا؟"

"چیچ پوائنٹ...؟ ہاں ہاں، بالکل یہی، وہ کہتے تھے کہ اس جگہ ملی تھی وہ انہیں۔"

"کیا ان میں سے کسی کو جانتی ہیں آپ؟"

"نہیں، ایسے بے وقوف لوگ میرے واقف کار نہیں ہوسکتے۔" بوڑھی نے ناک چڑھا کر کہا۔

"اچھا، کیا ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا؟" بالے نے جیب سے رام سرن کی تصویر نکال کر اس کے سامنے کردی، اور وہ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"ہاں ہاں، یہ آدمی تو تھا... مگر تم...؟ یہ کہہ کر وہ تذبذب بھری نظروں سے بالے کی شکل دیکھنے لگی۔

"یہ میرا چچا تھا، میں اسی کو تلاش کررہا ہوں۔"

"تو کیا وہ کھو گیا ہے؟"

"ہاں، چار پانچ دن ہوگئے اس کا پتا نہیں چل رہا۔"

"میں تمہارے معاملات کو نہیں سمجھ سکتی، بس صرف یہی بتاسکوں گی کہ یہ لڑکی وو

سال ہوئے مرچکی ہے۔اس سے زیادہ میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔"بوڑھی نے اکتائے ہوئے لہجہ میں سر کو جھٹک کر کہا۔

"اچھا کیا ان دوسرے دو آدمیوں کا حلیہ بتا سکتی ہیں آپ؟"

"ٹھیک سے مجھے کچھ یاد نہیں ہے،مگر ان میں سے ایک کوئی تیس،بتیس سال کا آدمی تھا جس کا چہرہ گول،آنکھیں چھوٹی اور مونچھیں باریک تھیں اور دوسرا،دوسرا شاید گورے رنگ کا ایک قدآور آدمی تھا،ہو کوئی رئیس زادہ معلوم ہوتا تھا۔"

"رئیس زادہ؟"بالے نے زیر لب دہرایا۔

"نہیں،ہاں ٹھہرو،مجھے یاد پڑ رہا ہے کہ اس آدمی کو میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا تھا۔"

"کہاں؟ذرا یاد کیجیے،میں آپ کا بہت مشکور رہوں گا۔"

"یاد تو کر رہی ہوں۔ہائے میرا بوڑھا دماغ۔مگر ٹھہرو،وہ...وہ ضرور مجھے شیمز بازار میں کہیں دکھائی دیا ہوگا۔میں وہاں ایک گجراتی لڑکی کو ٹیوشن پڑھانے جاتی ہوں۔"

"کیا آپ اسکول ٹیچر ہیں؟"

"میں اسے انگلش بولنے کی ٹریننگ دیتی ہوں۔"

"اوہ تو وہ شیمز بازار والا آدمی کب آیا تھا یہاں؟"

"میں دن اور تاریخ تو نوٹ کرنے بیٹھی نہیں،لیکن شاید پہلا ہی آدمی تھا۔اس کے بعد جو آدمی آیا تھا،اس کا حلیہ میں بتا چکی ہوں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ہو سکا تو میں آپ کو اور نئی ٹیوشن دلا دوں گا۔لیکن آپ نے اپنا نام تک نہیں بتایا۔"

"باہر تختی لگی ہوئی۔میرا نام پنسی ڈیلٹن ہے۔لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ میں یہ ٹیوشن صرف شوقیہ کرتی ہوں۔میرا شوہر ریلوے انجینئر تھا اور ہم گھر کے آسودہ ہیں۔"وہ بالے

پر دھونس جمانے لگی۔

"میں اس کا لحاظ رکھوں گا، اچھا، اجازت دیجیے۔"

"تم شریف لڑکے معلوم ہوتے ہو، چائے پی کر جاؤ۔"

"جی بس شکریہ، میں ذرا جلدی۔۔"

"میزبان کے آگے مہمان کی کچھ نہیں چلتی۔"

"آپ کی مرضی۔" بالے یہ کہہ کر ہاتھ جھلاتا ہوا ایک گدے دار کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میگی ڈارلنگ۔" بوڑھی عورت نے کمرے سے ہی بلند آواز سے پکارا۔

"یس مام۔" دور کسی دوسرے کمرے سے ایک سریلا جواب سنائی دیا اور دوسرے لمحے ہی ڈرائنگ روم کے مشرقی دروازے کا پردہ پھیل گیا۔ بالے نے چونک کر دیکھا۔ وہ بھورے بالوں والی ایک سرخ وسفید نوجوان لڑکی تھی۔ اتنی نوجوان کہ جسے دیکھ کر جوان احساسات قصیدہ پڑھنے لگتے۔ اس کا جسم بڑا موزوں اور خوب صورت تھا اور خدوخال بڑے پرکشش۔ وہ پہلے تو بالے کو دیکھ کر چونکی پھر مسکرادی۔ اگر اس جگہ شوکت ہوتا تو اس کی اس قاتل مسکراہٹ پر ہزار جان سے بکرا بن گیا ہوتا، لیکن بالے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ میری بیٹی ڈیلٹن ہے۔ اوہ ہاں، نوجوان آدمی تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا؟" بوڑھی نے اس خوب رُو لڑکی کا تعارف کراتے ہوئے بالے سے پوچھا۔

"میرا نام ٹریمان نیلکنٹھ چٹوپادھیائے ہے۔ میں دھرم شاستر کی رو سے آواگون کا بزنس کرتا ہوں۔"

"آواگون... وہاٹ؟" بوڑھی مسز ڈیلٹن نے پوچھا۔ وہ لڑکی اور آگے آ کر دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"امپورٹ ایکسپورٹ۔" بالے نے اسے سمجھایا۔ "میں نے ہندی میں بتایا تھا۔"

"اوہ، مگر نام تو بہت لمبا چوڑا ہے تمہارا، یاد بھی نہیں رہ سکتا۔"

"تو میلکنڈھ کہہ لیجیے۔"

"نیل کینٹ۔" بوڑھی عورت نے دہرایا۔ جس پر اس کی لڑکی ہنس پڑی۔

"ارے تم یہیں کھڑی ہو، مہمان کے لیے چائے لاؤ۔" میگی سے یہ کہتے ہوئے وہ پھر بالے کی طرف مخاطب ہوگئی۔ "اتفاق سے آج ہماری نوکرانی نہیں آئی، اس لیے سارا کام خود کرنا پڑ رہا ہے۔"

"یہ تو اچھی ہی بات ہے۔ خود کام کرنے سے تندرستی اچھی رہتی ہے۔" بالے نے جوباً کہا۔

"میری سمجھ میں یہ بات بالکل نہیں آتی کہ تم لوگ لیلا کو کیوں پوچھنے آتے ہو؟" بوڑھی نے بھی اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"یہ بات اب میری سمجھ میں آ گئی ہے۔"

"کیا؟"

"جو مجھے یا مجھ سے پہلے دوسروں کو بیچ پوائنٹ پر ملی تھی، وہ لیلا کی روح رہی ہوگی۔

"روح...؟ لیلا کی...؟ بوڑھی عورت نے حیرت سے دہرایا۔ لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ بالے خود اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ بیچ پوائنٹ کی اس پراسرار چٹان جس سے متعلق ایک لڑکی کے قتل کی روایات مشہور تھیں، پر جو لڑکی اسے ملی تھی، وہ اس تصویر سے ذرہ بھر مختلف نہ تھی۔ پھر اس دو سال قبل کی واردات میں جو لڑکی قتل کی گئی تھی مسز ڈیلاٹن کے بیان کے مطابق وہ لیلا ہی تھی۔ اس طرح اس سے ملنے والی یا اس سے پہلے دوسروں کو اسی مخصوص مقام پر ملنے والی وہ لڑکی لیلا کی روح ہی ہو سکتی تھی۔ اسے ایمسٹرڈم کا ایک روایتی کیس یاد آ گیا جس میں ایک مقتول لڑکی کی روح اسی طرح مدتوں انتقام کے لیے بھٹکتی رہی تھی اور جب تک اس کے قاتل کو پکڑ کر پھانسی نہیں دے دی گئی، اسے قرار نہیں آیا۔ پھر قاتل کے پھانسی پانے کے دن

سے ہی وہ کبھی نہیں دیکھی گئی۔ ’’ہوسکتا ہے یہ واقعہ بھی بالکل ویسا ہی ہو۔‘‘ اس کا دماغ سوچنے لگا۔ خیالات کا سلسلہ میگی کے آجانے سے ٹوٹ گیا۔ بے خیالی میں اس کی نگاہیں میگی کے اندازِ خرام پر جم گئیں۔ اس میں بلا کی سکس اپیل تھی اور بالے نہ پیر صد سالہ تھا، نہ زاہد مطلق۔ ایک فطری جذبات کے فوری اثر کے تحت وہ کچھ دیر کے لیے مبہوت سا ہوگیا، لیکن مس ڈیلٹن کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

’’چائے۔‘‘ اس کی نقرئی جھنکار سنائی دی۔

’’اوہ.. ہاں.... شکریہ۔‘‘ بالے نے اس کے مرمریں ہاتھ سے پیالی لے لی۔ مسز ڈیلٹن نے اس وقت صبح کا اخبار اٹھا لیا تھا اور میگی کے لبوں پر ایک لطیف مسکراہٹ یہ کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی مسحور کن اداؤں کے ردِ عمل سے بے خبر نہیں ہے۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ پیالی میں شکر ہلاتے ہلاتے چمچا اس کے ہاتھ سے سٹک گیا اور نیچے گر پڑا۔ وہ دونوں ایک ہی وقت ایک ساتھ اسے اٹھانے کے لیے جو جھکے تو نہ صرف ان کے ہاتھ، بلکہ سر بھی ٹکرا گئے۔ بالے کے تمام جسم میں ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی اور میگی کی پلکیں شرم سے جھک گئیں۔

’’بعض اتفاقات بھی بڑے لطیف ہوتے ہیں۔‘‘ بالے نے دبی زبان سے انگریزی میں کہا۔ اس کا جواب میگی کی خیر مقدم کرتی ہوئی مسکراہٹ نے دیا۔ پھر وہ چائے ختم کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ماں بیٹی دونوں اسے دروازے تک چھوڑنے آئیں، لیکن بالے نے مسز ڈیلٹن کو رام سرن کے بارے میں اور کچھ نہیں بتایا۔ دروازے تک پہنچ کر مسز ڈیلٹن نے پرانی بوڑھیوں کی طرح دعائیہ انداز میں اسے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

’’خدا تمہیں ہر بری روح کے سائے سے محفوظ رکھے، مسٹر میلکنتھ۔ مجھے تو شہر میں کہیں اور مکان ملتا تو میں یہ جگہ بھی چھوڑ دیتی۔‘‘

’’روح بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے، مسز ڈیلٹن۔‘‘ بالے نے میگی کی طرف دیکھ کر اپنی بہادری کا پرچار شروع کیا۔ ’’ایسا اچھا مکان تو شہر بھر میں ملنا مشکل ہے۔‘‘

''کم ازکم مجھے توڈر لگتا ہے، مام۔'' میگی نے مسز ڈیلٹن کو مخاطب کرتے ہوئے بالے کو جواب دیا۔

''نہیں،تم بھی نہیں ڈروگی،تم میری بیٹی ہو۔'' مسز ڈیلٹن نے کسی قدر اکڑ کرکہا۔

''اچھا،نہیں ڈروں گی۔'' میگی نے کچھ ایسی معصوم ادا سے یہ الفاظ کہے کہ بے اختیار بالے کا دل اس پر ہزار، دو ہزار جانوں سے قربان ہونے کو چاہنے لگا۔

ان سے رخصت ہوکر جب وہ لوٹا تو وقتی طور پر ماضی قریب کے سنسنی خیز اور عجیب حالات کو پسِ پشت ڈال کر اس کا دماغ میگی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔وہ یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ زندگی میں کیسے کیسے عجیب مواقع آجایا کرتے ہیں۔کتنی ہی نئی اور عجیب لڑکیاں اسے مختلف سوسائٹیوں میں ملی ہوں گی،لیکن ان میں ایسی بہت کم تھیں جنہوں نے اسے جذباتی طور پر اتنا متاثر کردیا ہو۔نہ جانے کیوں اس کے دل میں یہ ایک نئی سی آرزو پیر پھیلا رہی تھی کہ میگی سے ملاقات ہو۔سوچتے سوچتے خیالات کی رو پھر فرائض کے پہلو پر لوٹ آئی، اور اچانک وہ ایک مختلف ڈھنگ سے ان دو کرداروں کے بارے میں سوچنے لگا۔وہ ماں بیٹی، کیا وہ جادوگرنیاں تھیں،جنہوں نے بالے جیسے چکنے گھڑے پر بھی پچکاری کردی تھی۔وہ ان گنت شخصیتوں سے ملا تھا،لیکن ان سے ملتے وقت اور ملنے کے بعد بھی اس کا دماغ کبھی غیر نہیں رہا تھا۔مگر دونوں باتوں ہی باتوں میں وہ سخت سے نرم اور نرم سے حاوی ہوگئی تھیں،حتی کہ ان سے رخصت ہوتے وقت اس کے دل میں خفیف سا خیال بھی نہ رہا تھا کہ وہ ان سے کیوں ملنے آیا تھا۔اسے جادو ہی کہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆

خوشی بالجبر

کار دوسرے موڑ پر گھومی اور ساتھ ہی دماغی رو بھی۔اور کرید والی طبیعت پھر اثباتی پہلو پر اتر آئی۔ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں اتنی ہی معصوم اور صاف دل ہوں اور ہوسکتا ہے کہ مینگی پاکیزہ کردار و خیالات رکھنے والی ایک اچھی لڑکی ہو۔اور پھر وہ دونوں میں سے کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکا۔ایسے موقعوں پر اس کے تصور میں خان کا چہرہ کسی بوڑھے فلسفی کے عکس کی طرح آ کھڑا ہوتا۔ایک ایسا فلسفی جو الجھے ہوئے مسئلوں کو محض منطق و دلائل سے ہی سلجھا کر رکھ دے۔ویسے اس کی عملی حیثیت بھی رہی ہو۔

اس کے ذہن کے فل اسٹاپ کا ایک جھٹکا لگا اور شدت کے ساتھ خیالات میں بریک لگ گئے۔اب وہ کچھ اور سوچنا چاہتا تھا،اور اس کچھ اور کا سلسلہ رینگتے رینگتے شوکت سے جا ملا۔وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ شوکت کو بھی چیک کرنا چاہیے۔اس نے کار کا رخ وارڈن روڈ کی طرف کر دیا۔

شوکت بنگلے پر ہی موجود تھا،لیکن خلافِ توقع بنگلے کا ہر فرد ہنستا بولتا نظر آ رہا تھا۔ویسے شوکت نوکروں کے معاملے میں کافی 'جابر' واقع ہوا تھا۔بنگلہ میں اس کی موجودگی کے وقت اگر نوکر آپس میں ہنسی مذاق کرتے دیکھ لیے جاتے تو انہیں بدتمیزی اور بے حیائی کے سلسلے میں ایجاد کردہ شوکت کی نت نئی گالیاں سننی پڑتیں۔کبھی کبھی تو وہ غصے میں ایک آدھ کو چھٹی بھی دے دیتا،لیکن دوسرے دن ہی پھر اسے بلوا لیتا۔اس کا غصہ بس پانچ منٹ کا ہوا کرتا تھا۔

''آج کیا گھر میں عید آئی ہے؟''بالے نے شوکت کے ملازم شمو سے سوال کیا۔

''یہ،ہی ہی ہی،کیا بلا ہے؟''بالے نے اسے گھور کر پوچھا۔

''میاں کا حکم ہے،ہنس کر بات کرو،ہی ہی ہی...''شمو نے کہا۔

"ابے شمو۔" اچانک اندر سے شوکت کی بھاری آواز سنائی دی۔

"جی میاں، ہی ہی ہی۔" شمو نے ہنسی سے جواب دیا۔ اور پھر دوڑ کر شوکت کے کمرے میں جا گھسا۔ بالے بھی اس کے پیچھے چلتا ہوا کمرے میں جا پہنچا، لیکن اس کی طرف شوکت کی پشت تھی۔ بالے نے شمو کو اشارہ کر دیا کہ وہ اس کے بارے میں شوکت کو نہ بتائے۔

"بول میرے دل میں کیا ہے؟" شوکت نے اس سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں، میاں؟" شوکت نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو کیا تیرا باپ جانے گا۔" شوکت نے موڈ میں اسے سنانی شروع کریں۔

"وہ تو بڑے گھر پہنچ گیا، وہ کیا جانے گا، میاں۔"

"تو پھر کیا میرا باپ جانے گا؟"

"یہ آپ جانیں، میاں۔"

"اچھا سن، اپنے کان میں، مگر کسی کو بتایا تو جان سے مار ڈالوں گا، سالے۔"

"نہیں، میاں، کبھی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے شمو نے کان جھکا دیا۔

"یہ خشی مشی کائے کی ہے سب؟ بول... بتا...؟" کان میں بات کہتے کہتے شوکت نے اس کا کان دور ہٹا کر پوچھا۔

"کوتوال خش، تو سارا شہر خش، میاں۔" شمو نے شوکت کی زبان میں ہی جواب دیا۔

"ابے دماغ خراب ہوا ہے کیا؟ یاں کوتوال موتوال کا کائے کا ذکر، سالے۔"

شوکت اس پر اک دم بگڑ گیا۔ "نیک کام میں پولیس والوں کا نام لیتا ہے تو بے کر۔"

شوکت کے اس جملے پر بے ساختہ بالے کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ بے چارا شمو منہ پر ہاتھ رکھ کر شوکت کو اشارہ ہی کرتا رہ گیا، لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ قہقہے کی آواز سن کر شوکت نے جو پلٹ کر دیکھا تو سٹ پٹا سا گیا۔

"اے لو تم ہو، بالے بھائی۔ میں سمجھا میاں کہ کوئی اور.."

"بہت سمجھ دار ہو گئے ہو آج کل۔" بالے یہ کہتا ہوا شوکت کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اے، شکل کیا دیکھ رہا ہے میری، جانا جلدی سے بالے بھائی کے لیے چائے مائے لا۔" شوکت نے کلدی سے شموکو ٹالنا چاہا۔

"پہلے توبہ کرالو بے چارے سے، کوتوال کا نام لیا تھا نا۔"

"تو کوتوال کے لیے بولا تھا تم تو سارجنٹ ہو، میاں خان۔" شوکت نے بات بنانی چاہی۔

"پولیس والا تو ہوں۔"

"کاے کو، پولیس میں شیطان بھی ہوتے ہیں اور میاں کہ ولی اللہ بھی۔"

"تو میں کون ہوں؟"

"تم تو ولی، بلکہ قطب مینار ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اب اس میں کاے کا مطلب، ہئی تو کہتے ہیں۔"

"خیر چھوڑو۔ یہ عید کس بات کی منائی جا رہی ہے؟"

"میاں خان، اپنی اپنی تقدیر ہے۔" شوکت نے کسی قدر فخریہ لہجے میں کہا۔

"کونسی سلطنت مل گئی ہے؟"

"موجت کی۔ آج اس نے اکیلے میں ملنے کو بھی بلایا ہے۔"

"کون ہے وہ بد نصیب؟"

"تم خود وہ، یانی کہ نصیب جلے، بیڈکی۔ نوک خار وغیرہ وغیرہ، وہ کاے کو ہو گی۔"

شوکت چڑ گیا۔

"گدھے ہو پورے۔"

"میں، خان تم خود۔"

"اچھا پہلے یہ بتاؤ کل کیا ہوا تھا؟"

"کل... یانی کہ کون سا املہ؟"

"ارے وہی لڑکی کا، جس کے ساتھ تم ٹیکسی میں گئے تھے۔"

"میں نے دو ہزار پانچ سو پچپن مرتبہ لعنت بھیجی تھی کار لے جانے والے پر۔"

"اس کے بعد؟"

"کاے کو؟ تم کو کیا؟"

"وہ لڑکی مشکوک ہے۔"

"اے لو، جل گئے بھائی۔"

"وہ پولیس کی لسٹ پر ہے۔"

"وہ ہو گی ہی، شریف لڑکی جو ٹھہری۔"

"خیر، نہ بتاؤ، لیکن پولیس سے کچھ چھپتا نہیں ہے، بیٹے۔ بارہ کے بھاؤ میں جاؤ گے۔"

"ارے ہاں، بھوت عالمِ غیب ہے پولیس تمہاری۔"

"تمہارے بھلے کے لیے سمجھا رہا ہوں۔"

"ہائے، مت کرنا نصیحت مجھے کاے کو سمجھا ہے۔" شوکت نے شاعری شروع کر دی۔

"یوں نہیں مانوں گے تم۔"

"ہاں جاؤ، کوئی وہ ہے یانی کہ بالجبر یہ۔ یہ میرا ذاتی املا ہے، تم کو کیا؟"

"پچھتاؤ گے۔"

"بھوت پچھتائے، لومان نہ مان میں زبردستی کا تیرا میمان۔"

"اچھا تو میں چلتا ہوں۔" بالے نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"بڑے بڑے چلے گئے، وہ یاد کہ کیا سکندر کیا راجہ پارس۔ مگر چائے مائے تو پی
لے۔"

"نہیں، میرے پاس وقت نہیں ہے۔" بالے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ شوکت
اس سے کیا اور کیوں چھپا رہا ہے۔ اور شوکت اس معاملے میں اس وقت خود قبول نے کو تیار نہ ہوتا۔

"اچھا، پھر کب ملو گے؟"

"کبھی نہیں۔"

"کاہے کو؟"

"مجھے دنیا میں رہنا ہے اور تمہارا پتا کٹنے والا ہے۔"

"اور لو، سارجنٹی کرتے کرتے پروفیسر سامری بن گئے، میاں خان۔ اور اب اپن
کچھ بچے نہیں ہیں جو دھونس میں آجائیں۔"

"تم جانو۔" بالے یہ کہہ کر دروازے سے باہر جانے لگا۔

"سلاما لیکم، بالے بھائی۔" اسے باہر نکلتے ہوئے شوکت کی آواز سنائی دی، لیکن
اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت اسے خان کے پاس پہنچنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

نیوٹن ہاؤس

"اب تو مجھے بھی یقین ہوتا جا رہا ہے کہ بیچ پوائنٹ پر میری ملاقات اس لڑکی کی روح سے ہی ہوئی تھی۔" بالے نے سنجیدگی سے خان کو بتایا۔ وہ اس وقت پولیس ہیڈ کوارٹرز کے اپنے آفس میں ہی بیٹھے تھے۔

"کیا تم نے اس لڑکی کی تصویر کو مرڈر کیسز کے ریکارڈ سے بھی ملایا تھا؟"

"جی ہاں، اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔ ریکارڈ میں یہ کیس بیچ پوائنٹ مرڈر کیس کے نام سے ہی درج ہے اور وہ لیلا کی ہی تصویر ہے جو اس سے منسلک ہے۔"

"تب تو سوچنے والی بات ہے۔"

"مجھے ایمسٹرڈیم والا کیس یاد آتا ہے۔"

"ہاں، اگر وہ سچ ہو سکتا ہے تو شاید کچھ اہمیت اس کی بھی ہو، لیکن نہیں تم تو کہہ رہے ہو کہ رام سرن بھی اس روح کے اثر زدہ لوگوں میں تھا؟"

"مسز ڈیلٹس نے اسے تصویر سے پہچانا ہے۔"

"اس طرح تو دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ ہم رام سرن کے لڑکے کے بیان پر یقین کر لیں اور اس کی موت کو اسی روح کے اثر سے وابستہ کر دیں، دوسرے یہ کہ سرے سے اس پر ایک نئے نقطۂ نظر سے بحث کی جائے۔ ہم اس سے پہلے بھی کئی ایسی وارداتوں سے دوچار ہو چکے ہیں۔ حالاں کہ وہ محض مجرموں کا ایک طریق کار ثابت ہوئیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ لیلا کی روح اس چٹان کے آس پاس بھٹکتی رہتی ہو جہاں اسے قتل کیا گیا تھا اور اس جگہ پہنچنے والوں کو شاید اسی لیے اپنے گھر کا پتا بتاتی ہو کہ وہ اس جگہ پہنچ کر اوّل تو اس کی اصلیت سے واقف ہو جائیں اور پھر شاید وہ اس کے قاتل کا سراغ بھی

لگا سکیں۔" بالے نے کہا۔

"اسے اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے تو جب وہ ملنے والے سے دوسری قسم کی گفتگو کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے قت وقاتل کے بارے میں کچھ نہ کہے؟"

"شاید وہ خود اس بارے میں نہ جانتی ہو۔"

"تو پھر اس کا بھٹکتے رہنا کیا معنے۔ نہیں، بالے صاحب، اس سائنس کے دور میں ایسی لغو باتوں پر یقین کر بیٹھنا محض بے وقوفی ہے۔ روح اگر کوئی چیز ہے بھی تو وہ ایک ٹھوس وجود میں سامنے آکر گفتگو نہیں کر سکتی، خط و کتابت نہیں کر سکتی۔ ہم اسے شاید دیکھ بھی سکیں تو ہم اسے چھو نہیں سکتے، اس کی آواز نہیں سن سکتے۔" خان نے کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے اس کی حقیقت سے تجرباً واقف ہوں۔" بالے نے اعتراض کیا۔

"خیر میرا ساتھ تو آج تک کسی روح سے نہیں پڑا۔" خان نے ہنس کر بتایا۔

"تو پھر دوسرا پہلو بھی درست ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک روح میں ظہور و کلام کی بھی طاقت ہوتی ہو۔" بالے نے کہا۔

"پھر وہی بھونڈا پن۔ اگر ایسا ہوتا تو آج اس دنیا میں ہمارے ساتھ ساتھ روحیں بھی چلتی پھرتی، اٹھتی بیٹھتی باتیں کرتی نظر آتیں۔ مردہ اور زندہ میں فرق ہی کیا رہ جاتا۔" خان نے جھنجلا کر کہا۔

"کسی ماہر روحانیات کی رائے لینی چاہیے۔" بالے نے مشورہ دیا۔

" بکواس، روحانیات کی مہارت خود ایک فراڈ ہے۔ روح کے فلسفے کو آج تک کوئی حل نہیں کر سکا ہے۔"

"میرا دماغ اب گھاس چرنا شروع کر دے گا۔" بالے نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا۔

"سردست اس لائن پر سوچنا چھوڑ دو۔"

"تو دوسری لائن آپ بتایئے۔"

"کیا تم نے اس پر بھی غور کیا کہ لیلا سے اس قدر بے تعلقی اور اس کی روح کے تذکرے سے وحشت کا اثر لینے کے باوجود مسز ڈیلٹن کے ڈرائنگ روم میں لیلا کی تصویر کیوں تھی؟ اس نے تمہیں لیلا کا کمرہ تو نہیں دکھایا تھا؟" خان نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"آں...نہیں تو۔" بالے چونک پڑا۔ نہ جانے کیوں یہ سوال خود اس کے اپنے ذہن میں پیدا نہیں ہوا تھا۔

"تو پھر اسی گھر سے شروع کرو اپنا کام۔" خان مسکرایا۔

"او کے، باس۔" بالے موڈ میں آ گیا۔ وہ کلیو سے مل گیا جسے خود اس کا اپنا دماغ نظر انداز کر گیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے ہی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ پھر اسے میگی کا خیال آیا۔ اس کا دل مشکل ہی سے یقین کرنے پر آمادہ ہوتا کہ وہ کچھ ایسی ویسی لڑکی ہوگی۔

"میرا خیال ہے ایک بار اور اس پر غور کر لیا جائے۔ مسز ڈیلٹن بہت معصوم عورت معلوم ہوتی ہے۔" بالے نے گویا سفارش کی۔

"مسز ڈیلٹن یا مس ڈیلٹن؟" خان نے اسے معنی خیز نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"میں تو نوشیرواں سے انصاف کی اپیل کر رہا ہوں، آپ گھورتے ہیں تو جانے دیجیے۔"

"میرا خیال ہے وہ یا تو تمہیں پہچان گئی ہیں یا جلدی ہی پہچان جائیں گی اس لیے تم باتوں باتوں میں معصوم بن کر انہیں اپنی اصلیت سے آگاہ کر دو، بلکہ جی چاہے تو پیغام وغیرہ بھجے دے دینا۔"

"تو کیا...میگی...مگر..."

"مجھے گدھا پن پسند نہیں۔"

''سمجھ گیا، سمجھ گیا۔ آپ مجھے فرماں بردار ی کا خچر بنانا چاہتے ہیں۔''

''خچر صرف باربرداری کرتے ہیں۔'' خان نے ہنس کر اسی انداز سے جواب دیا۔

''ایسے نازک بار تو میں کئی ٹن اٹھا سکتا ہوں۔''

''فضولیات ختم۔ اچھا اب ان واقعات کے پسِ پشت کام کرنے والے مقاصد کو جاننے کے لیے سر دست کوششیں کرنا فضول ہے۔''

''یہ بھی فضولیات۔''

''شٹ اپ۔'' خان اسے ڈانٹ کر پھر سوچ میں پڑ گیا۔ ''ان کے مقاصد ہمیں ان تک پہنچ جانے پر خود ہی معلوم ہو جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ممکنہ شخصیتیں کون کون سی ہیں جنھیں اس کا ذریعہ بنایا جائے۔''

''مثلاً رسیک لال اور وہ لڑکیاں۔''

''ان لڑکیوں کے نام تیرو را اور ریٹا ہیں۔ پولیس ریکارڈ میں وہ پرائیوٹ پیشہ ور لڑکیوں کی حیثیت سے درج ہیں۔ وہ معمولی لڑکیا ہیں۔''

''لیکن بیچ پوائنٹ ہی کیوں؟'' بالے نے سوال کرنا چاہا۔

''ایسی لڑکیاں عام طور پر بیچ پوائنٹ کو ہی اپنی ملاقاتوں کا اڈہ بناتی ہیں۔ وہ مقام اپنی رومان انگیز ویرانی کے لیے مشہور ہے اور پھر شہر سے دور۔ ایسی ملاقاتوں سے سوسائٹی میں ان کی بدنامی نہیں ہونے پاتی اور لوگ انھیں شریف لڑکیاں سمجھ کر دھوکہ کھاتے رہتے ہیں۔'' خان نے بتایا۔ ''اس لیے بیچ پوائنٹ پر ان کی کسی کے ساتھ موجودگی کوئی خاص نوعیت نہیں رکھتی۔''

''اور رسیک لال؟''

''اس نے اس مقتول لڑکی، کیا نام ہے اس کا؟ ہاں، لیلا کی روح کے متعلق تمھیں جو کچھ بتایا تھا وہ بات عام طور پر اس چٹان اور بیچ پوائنٹ کے بارے میں مشہور ہے۔ مجھے

دوسرے لوگ بھی بتا چکے ہیں، البتہ مسز ڈیلٹن نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے، اس سے اس کی شخصیت ضرور مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"یعنی؟" باسلے نے سوال کیا۔

"یعنی یہ کہ ان تینوں آدمیوں میں جو لیلا کے متعلق مسز ڈیلٹن کے ہاں آئے تھے رسیک لال بھی شامل تھا ان میں۔"

"اس نے رسیک لال کا نام تو نہیں بتایا، میرے پاس اس کا فوٹو بھی نہیں جو شناخت کرالیتا۔"

"اس کی ضرورت نہ پڑے گی، بلکہ ایک طرح رسیک لال کا دانستہ ذکر کر کے اس نے بھی دوسروں کی طرح اسے روح کا اثر زدہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہی چیز مسز ڈیلٹن کو میری نظر میں اور مشکوک بناتی ہے۔"

"لیکن ممکن ہے جس کا ذکر اس نے کیا تھا وہ رسیک لال نہ ہو۔ اس نے تو صرف شیئر بازار کا حوالہ دیا تھا۔" باسلے نے کہا۔

"بحث معقول ہے، لیکن کچھ کام تمہیں اپنی کھوپڑی سے بھی لینا چاہیے، کیوں زنگ لگا رہے ہو۔"

"میں اس پر آج ہی پالش کروں گا، آپ اطمینان رکھیے۔"

"تم نے بتایا ہے نا کہ وہ وہیں کسی گجراتی لڑکی کو ٹیوشن دینے جاتی ہے۔" خان نے اشارۃً کہا۔

"میں حساب سمجھ گیا۔" باسلے اٹھتے ہوئے بولا۔

"لیکن یہ نہ بھولنا کہ رام سرن کی موت پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے۔" خان نے چلتے چلتے اسے ٹوکا۔

"کیا وہ دو مختلف باتیں نہیں ہو سکتیں؟"

"ہو جاتیں، بشرطیکہ دونوں کی نوعیت آسیبی نہ ہوتی اور میں کسی آسیب کو کسی بھی شکل میں قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"ٹاٹا۔" بالے نے ہاتھ ہلایا اور باہر نکل گیا۔ خان مسکرا کر پھر اپنے کاغذات دیکھنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆
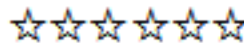
مسز ڈیلاٹن بالے کو پھر دروازے پر موجود دیکھ کر چونک پڑی، لیکن فوراً بعد ہی مسکرا دی۔ آج اس نے اس کے ساتھ پہلے دن جیسی اجنبیت نہیں برتی۔ والان نما حصے کی سیڑھیوں پر ایک نوکر بھی موجود تھا، لیکن چہرے سے وہ کوئی بھلا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی مونچھیں، گھنی سیاہ اور بڑی بڑی تھیں۔ آنکھیں کسی قدر سرخ اور باہر کی طرف نکلی ہوئیں۔ ایک طرف کنپٹی کے نیچے کسی زخم کا نشان تھا۔ اس نے خانساماں جیسا لباس پہن رکھا تھا، لیکن اگر بالے کی نظر اس کے پالش کیے ہوئے جوتوں پر نہ پڑتی تو وہ اسے غور سے نہ دیکھتا۔ پھر بھی وہ اس کی طرف بظاہر لاپرواہی برتتے ہوئے مسز ڈیلاٹن سے مخاطب ہو گیا۔

"کیسے مزاج ہیں، مسز ڈیلاٹن؟" بالے نے انگریزی میں پوچھا۔

"نہ جانے کیوں میرا دل کہتا تھا کہ مسٹر میکلنڈ ایک بار اور ضرور آئیں گے۔" بوڑھی نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ میری خوش نصیبی ہے جو آپ لوگوں کو یاد رہا۔ دراصل میں رات سے بہت پریشان ہوں اس لیے چلا آیا، سوچا شاید آپ سے گفتگو کر کے کچھ سکون مل جائے۔" بالے نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں، آؤ آؤ، کیوں نہیں، دوستوں کے لیے اس گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے ہوئے ہیں۔" یہ کہتی ہوئی وہ اندر چلی گئی۔ بالے اس کی پیروی کر رہا تھا۔ وہ خانساماں پہلے تو

کھڑا اسے گھورتا رہا، پھر وہ بھی ایک طرف چلا گیا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مسز ڈیلٹن نے ایک بار پلٹ کر چاروں طرف دیکھا پھر بالے سے مخاطب ہو گئی۔

"میں بھی چاہتی تھی کہ کوئی آجائے اور میری مدد کر سکے۔" وہ بولی۔

"ہاں ہاں، فرمایئے۔"

"یہ خانساماں۔" مسز ڈیلٹن نے رازدارانہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے بالکل پسند نہیں۔ اکثر مجھے گھورا کرتا ہے اور اس کی آنکھیں تو مجھے جیسے خونی معلوم ہوتی ہیں۔" اس نے کہا۔

"جی ہاں، مجھے بھی کچھ ایسا ہی معلوم پڑتا ہے۔" بالے نے اس کی تائید کی۔

"بس یہی چاہتی ہوں کہ کوئی دوسرا سستے قسم کا ڈھنگ کا نوکر مل جائے تو..."

"اوہ، میں انتظام کروں گا، آپ گھبرایئے نہیں۔"

"شکریہ، بیٹے، تمہارا۔ لیکن اس قسم کی گفتگو بھی اس کے سامنے نہ کرنا۔ مجھے تو وہ خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" مسز ڈیلٹن نے سمجھایا۔

"اوہ، آپ نے شاید پہلے کبھی ٹیلکنتھ کا نام نہیں سنا ہے۔" بالے نے کسی قدر فخریہ کہا۔

"نہیں تو، کیوں؟" مسز ڈیلٹن نے چونک کر پوچھا۔

"پھر کیا بتاؤں، جب آپ نے سنا ہی نہیں۔ آپ شاید کبھی ریسلنگ رپورٹس نہیں پڑھتی۔"

"نہیں، مجھے ایسی چیزوں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔"

"میں نے ایک گھونسے میں ہانگ کانگ کی پسلی توڑ دی تھی۔"

"ہانگ کانگ کی، مگر وہ تو چینی شہر ہے؟"

"جی نہیں، وہ ایک بہت بڑا چینی پہلوان اور گھونسے باز ہے۔ وہ شہر بھی تو اسی کے

نام پر بسایا گیا۔"

"کیا واقعی؟"

"آپ سے کیوں جھوٹ بولوں گا میں۔"

"تب تو بڑی خوشی کی بات ہے،تم اسے پورے رہو گے۔"

"پورے سے بھی دو چار سو فیصدی زیادہ۔ایک مرتبہ تو میں نے شمس الدین پہلوان کو چھٹی کا دودھ یاد کرا دیا تھا۔"

"وہاٹ اینڈ ہو؟"مسز ڈیلٹس نے بے ساختہ سوالات کیے۔

"بمبئی کا ایک چھپا رستم ہے۔اس نے مجھے کشتی کا چیلنج کیا تھا۔میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر آسمان تک اٹھا کر کہا'چھٹی کا دودھ یاد کر'۔پہلے تو چپ رہا مگر جب میں نے رستم بن شہراب کا نعرہ مارا تو بے چارہ چھٹی کا دودھ، چھٹی کا دودھ رٹنے لگا۔"

"خوب،خوب۔"ایک باریک سی آواز سنائی دی اور پھر میگی کا کھنکتا قہقہہ بالے کے کانوں میں گونجنے لگا۔

"اوہ!تو تم مجھے بنا رہے تھے۔"مسز ڈیلٹس نے جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں آپ کا ڈر دور کر رہا تھا۔ویسے یہ سچ ہے کہ میرا گھونسہ مضبوط ہے۔میلکٹھو تواری ہندوستان کے مشہور باکسر کو کہتے ہیں۔"بالے نے اکڑ کر کہا۔

"خیر کہتے ہوں گے،مجھے تو نیا خانساماں چاہیے۔"

"ضرور مل جائے گا۔ایک آدمی ہے میری نظر میں۔پہلے بے چارہ ٹھیکیداری کرتا تھا،لیکن دھندا چوپٹ ہو گیا تو یہی کرنے لگا۔"

میگی شاید غسل خانے سے نکلی تھی،وہ تولیہ سے اپنے بال خشک کرتی چلی آ رہی تھی۔ اس کے گھنیرے ملائم بھورے بال اور ان کے سائے میں چمکتا ہوا حسین چہرہ اس وقت بڑا پرکشش نظر آ رہا تھا۔بالے اسے کھوئی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ بلا تکلف قریب آ کر

سامنے والی گدے دار کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مجھے ٹیوشن پر جانا ہے اور تم نے ابھی تک نہیں بتایا کہ کیا بات تھی؟"

"میں نے رات کو ایک ایسا خواب دیکھا تھا جیسے میں جاگ بھی رہا ہوں اور سو بھی رہا ہوں۔" بالے نے کہنا شروع کیا۔ "مگر پچ پوائنٹ کی ایک چٹان پر بیٹھا ہوں کہ سامنے سے شعلوں کی ایک لکیر بلند ہوتی ہے اور پھیلتی چلی جاتی ہے، پھر وہ ایک انسانی خاکہ بن کر اپنا رنگ بدلتی ہے، پھر جو دیکھتا ہوں تو لیلا سامنے کھڑی ہے۔ میں گھبرا کر جاگنا چاہتا ہوں، مگر بھاگ نہیں سکتا، پیر جیسے من من بھر کے، بلکہ، نہیں، شاید اس سے بھی کچھ زیادہ ہو گئے ہیں۔ وہ مجھے لپٹ جاتی ہے اور بڑے پیار سے کہتی ہے، 'ڈارلنگ، تم کب جہنم رسید ہو گے۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں'۔ میرے منہ سے اس وقت نکلتا ہے کہ اگلے سال کی بارش میں آؤں گا۔ اور وہ، 'شکریہ' کہہ کر مجھے پارے کی ایک نافی دیتی ہے، جسے چوس چوس کر میں چھوٹا ہوتا جاتا ہوں اور اتنا چھوٹا ہوتا ہوں کہ صفر کے برابر رہ جاتا ہوں۔ اس وقت میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلتی ہے اور پھر وہ صفر بھی غائب ہو جاتا ہے۔"

"نانسنس، یہ سب کیا ہے؟" بوڑھی مسز ڈیلانی نے سر جھٹک کر کہا۔

"ہے تو خواب، مگر میرا دل جاگتے میں بھی اسے یاد کر کے ڈر رہا ہے۔ اسی لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ شاید آپ کچھ تشفی کر سکیں، کیوں کہ وہ یہیں رہتی تھی۔ شاید آپ سمجھ سکیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔" بالے یہ کہتے کہتے سنجیدہ ہو گیا۔ لیکن میگی کے چہرے پر اس وقت بھی وہی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟ کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔" بوڑھی مسز ڈیلانی نے روکھے پن سے کہا۔ شاید اس طفلانہ خواب نے ان کا موڈ خراب کر دیا تھا۔

"ممی، تم جاؤ، میں انہیں سمجھا دوں گی۔" میگی درمیان میں بول پڑی۔

"او کے۔" مسز ڈیلانی یہ کہتی ہوئی باہر چلی گئی اور میگی بالے کے چہرے پر نظریں

گاڈر مسکرانے لگی۔

''کسی شاعر نے ایسے ہی وقت کے لیے کہا ہے۔'' بالے نے بے ساختگی میں کہا۔

''کیا؟'' اس نے ادائے محبوبانہ سے استفسار کیا۔

''ایسی نظروں سے نہ دیکھو کہ خمار بارہ بنکوی آ جائے۔''

''میں سمجھی نہیں؟''

اور مجبوراً بالے کو اس شعر کا مطلب انگریزی میں سمجھانا پڑا جسے سن کر وہ شرما سی گئی۔

''شاید یہ ہماری صرف دوسری ملاقات ہے۔'' وہ اسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔

''مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے ہم لوگ ابدالآباد سے اسی طرح ملتے رہے ہیں۔''

''ابدالآباد کیا؟'' میگی نے پلکیں جھپکا کر سوال کیا۔

''یہی، جیسے محمود آباد، خلد آباد، الہ آباد وغیرہ۔''

''اوہ، لیکن کیا آپ روحوں وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں؟''

''میں کیا، میرا باپ بھی، میرا مطلب ہے باپ دادا تک ان پر یقین کرتے آئے ہیں۔'' بالے نے کہا۔ ''اب یوں ہی دیکھیے نا کہ میری نانی کی روح اب تک مجھے خواب میں آ کر پان دیا کرتی ہے۔'' بالے نے یہ کہتے ہوئے یتیم صورت بنالی اور میگی ہنس پڑی۔

''آپ بہت دلچسپ شخصیت ہیں، مسٹر ٹیلیکیٹ۔''

''نیل کنٹھ، پلیز۔ نیل کنٹھ تواری۔''

''مجھے تو کبھی کبھی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے میں نے خواب میں آپ کو ہی دیکھا ہے۔'' بالے نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلۂ کلام جاری رکھا، لیکن نہ جانے کیوں اس جملے پر وہ چونک سی پڑی اور اس کی یہ کیفیت بالے سے چھپی نہ رہ سکی، مگر وہ کچھ بے وقوفوں کی طرح ہنس دیا اور وہ بھی ہنس پڑی۔

''اچھا آپ بیٹھیے، میں آپ کے لیے چائے کا انتظام کرتی ہوں۔'' وہ یہ کہتے

ہوئے اٹھی اور دوسرے دروازے سے اندر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بالے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر وہ اندازہ کرنے کے بعد کہ میگی جا چکی ہے، لیلا کی تصویر کے سامنے آ کھڑا ہوا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ تصویر کے نیچے بہت باریک سا فوٹو پیپر کا سفید حاشیہ نظر آ رہا تھا، جس کا باقی حصہ فریم میں دبا ہوا ہوگا۔ پہلے اس کا اندازہ تھا کہ ہاتھ کا بنایا ہوا پورٹریٹ ہے، لیکن قریب سے غور سے دیکھنے پر اسے اپنا خیال بدلنا پڑا۔ بالے نے جیب سے محدب شیشہ نکال لیا اور اس کی مدد سے حاشیے کو غور سے دیکھنے لگا۔ حاشیے پر بہت باریک سی ایک سطر چھپی ہوئی تھی وہ محدب شیشے کی مدد سے صاف پڑھی جاتی تھی۔ اس پر انگریزی میں تحریر تھا۔

"انلارجمنٹ بائی ------ این۔ یو۔ اسٹوڈیوز"

بالے نے اس تحریر کو زیرِ لب دہرایا۔ پھر کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ میگی ہی تھی جو واپس آ گئی تھی۔

"نئی نوکرانی آ گئی ہے، اس لیے آج مجھے آپ کے لیے چائے نہیں تیار کرنی پڑے گی، لیکن میں ذرا لباس تبدیل کر کے آتی ہوں۔" یہ کہتی ہوئی وہ کمرے میں ٹھہرے بغیر دوسرے دروازے سے شاید ڈریسنگ روم میں چلی گئی اور بالے سوچ میں پڑ گیا۔ کیا وہ کسی خاص مقصد سے اتنی جلدی لوٹ کر آ گئی تھی یا واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی اور پھر نہ جانے کیوں اس کا دل اس سے بغاوت کرنے لگا۔ وہ معصوم ہے۔ ہوسکتا ہے مسز ڈیلانس کسی شبہ کے لائق ہو، لیکن میگی، اس کے چہرے پر ہی اس قدر معصومیت برستی تھی کہ اس کے لیے کسی قسم کا شبہ کرنے کو دل نہ چاہتا۔ حالاں کہ بعض اوقات چند کیسز میں اس کا ساتھ ایسی لڑکیوں سے بھی پڑ چکا تھا، جو دیکھنے میں بلکہ طور، طریق اور اندازِ گفتگو میں بھی معصوم بلکہ بے وقوف معلوم ہوتی تھیں، لیکن انجامِ کار نہایت خطرناک ثابت ہوئیں۔

☆☆☆☆☆☆

دلال

خان نے اپنی کار شیمز بازار سے کچھ فاصلے پر ایک گلی کے موڑ پر روک دی اور انجن بند کر کے کسی خریدار کی طرح دوطرفہ دکانوں پر نظر ڈالتا آگے بڑھنے لگا۔ مسز ڈیلٹن اس سے تقریباً سوقدم آگے پیدل چل رہی تھی۔ وہ جھنجلا کر ٹیکسی سے اتر پڑی تھی، کیوں کہ ٹریفک زیادہ ہونے کی وجہ سے یہاں ٹیکسیوں کے لیے آگے بڑھنا مشکل ہو رہا تھا اور اسے شاید کہیں پہنچنے کی جلدی تھی۔ وہ کبھی کبھی پیچھے پلٹ کر بھی دیکھ لیتی، لیکن ایسے موقع پر پہچان لیے جانے کے امکانات نہ بھی ہوتے ہوئے خان کسی راہ گیر کی آڑ لے لیتا تھا۔ بظاہر وہ اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھا، لیکن اس کی عقابی نگاہیں اس بھیڑ بھاڑ میں بھی بڑی مستعدی سے مسز ڈیلٹن کی نقل و حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مسز ڈیلٹن چوکنی ہو کر چل رہی تھی اور اس وقت تو خان کو بھی اپنی رفتار تیز کرنی پڑی جب اس نے مسز ڈیلٹن کو تیزی سے ایک ہندو ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا۔ لیکن خان جب ہوٹل تک پہنچا تو اسے ہوٹل میں کوئی عورت نظر نہ آئی۔ ہوٹل کے ایک بیرے نے خود ہی اسے دیکھ کر سوال کر لیا۔

"کیا آپ کسی کو دیکھ رہے ہیں؟"

"ہاں، ایک بوڑھی عیسائی عورت۔"

"صاحب، ایک عورت ابھی کمرے میں داخل ہو کر پچھلے دروازے سے باہر گئی ہے۔"

"کیا دو دروازے ہیں یہاں؟"

"جی ہاں، ایک پیچھے گلی میں، دوسرا ادھر۔"

"اور تم نے اسے ٹوکا بھی نہیں؟"

"پبلک سے کون جھگڑا کرے گا، صاحب۔ یہاں دن میں بہت سے اسی راستے گلی میں نکل جاتے ہیں۔" بیرے نے بتایا۔

"ہُم۔" یہ کہتا ہوا خان بھی تیزی سے پچھلے دروازے سے نکل گیا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب وہ اسے نہ مل سکے گی۔ لیکن اندازے کے مطابق وہ اس گلی سے پھٹنے والی ایک دوسری گلی میں مڑ گیا، کیوں کہ پہلی گلی میں زیادہ تر رہائشی مکانات تھے۔ اس کا خیال صحیح نکلا، یہ دوسری گلی سٹاک ایکس چینج کا بیوپار کرنے والے بیوپاریوں کی پڑیوں والی عمارتوں پر مشتمل تھی۔ مسز ڈیلٹس البتہ اسے نظر نہ آسکی، اس نے پھر بھی قدم نہ روکے۔ وہ ان بلڈنگوں میں نیچے راستے کے نزدیک دروازے پر لگے ہوئے بورڈز کو دیکھتا چل رہا تھا۔ پھر خود بخود اسکے قدم ایک عمارت کے سامنے رک گئے۔ یہاں دیوار پر بہت سی تختیاں لگی ہوئی تھیں اور ان میں ہی دوسری منزل والی ایک تختی پر 'رسیک لال مانک لال بروکرز اینڈ کمیشن ایجنٹس' لکھا تھا۔ خان نے لفٹ کا بٹن دبا کر دیکھا، لیکن وہ شاید کھلے دروازے کے ساتھ کسی منزلے پر ٹنگی تھی، اس لیے اسے پیدل ہی سیڑھیوں کے ذریعہ دو منزلے تک پہنچنا پڑا۔

رسیک لال کا دفتر ایک کونے میں واقع تھا۔ باہر صرف ایک چپراسی تھا۔ دفاتر کے دوسرے لوگ شاید اپنے دروازے بند کر کے پرسکون طریقے پر کام کرنے کے عادی تھے، کیوں کہ کسی قسم کا شور یا آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں، یا پھر ممکن ہے یہ کمرے ساؤنڈ پروف رہے ہوں۔ چپراسی اسے چونکی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"رسیک لال جی ہیں اندر؟" خان نے اسے نرمی سے پوچھا۔

"جی... جی ہاں... جی نہیں۔" وہ ہکلایا۔

"کیا مطلب؟" خان نے اسے گھور کر دیکھا۔

"وہ، صاحب۔" وہ رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔ "بات یہ ہے کہ میم صاحب۔" اس نے اندر کی طرف باہر سے ہی اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ تو یوں کہو کہ ان کی شریمتی جی بھی ہیں۔" خان نے ان جان بن کر کہا۔

"ارے نہیں، صاحب۔ وہ کیوں آنے لگی یہاں۔ یہ تو آفس ہے۔ یہ تو ایک دوسری میم صاحب ہیں۔"

"کوئی خاص بات ہو رہی ہے کیا؟" خان نے دو روپے کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سوال کیا۔

"رام جانے کیا باتیں ہوتی ہیں، صاحب۔ وہ جب آتی ہیں مجھے کہتے ہیں کہ باہر بیٹھو، ابھی کسی کو آنے مت دو۔" اس نے سرگوشی کے لہجے میں بتایا۔

"تو کیا وہ روز آتی ہیں؟"

"روز تو صاحب بھی نہیں آتے۔ کبھی کبھی دو دو، تین تین دن غائب رہتے ہیں۔" وہ بتانے لگا۔

"مگر ہیں کون میم صاحب، بہت خوب صورت ہیں کیا؟" خان نے آنکھ مار کر پوچھا۔

"ارے نہیں، صاحب۔ مگر ان کی چھوکری بہت خوب صورت ہے۔ ایک دو بار آئی تھی یہاں۔" اس نے بتایا، مگر اس وقت گھنٹی بجی اور اسے اندر جانا پڑا۔ خان نے اسے سمجھا دیا کہ ابھی میرا ذکر مت کر۔ جب وہ واپس لوٹا تو معلوم ہوا کہ رسیک لال نے اسے ٹیکسی لانے کا حکم دیا ہے۔

"آپ پھر کبھی آجانا، صاحب۔ میں صاحب سے فرصت میں ملا دوں گا۔" چپراسی یہ کہتا ہوا ٹیکسی لینے چل دیا اور خان کچھ سوچ کر نیچے اتر آیا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اس گلی سے اپنی گاڑی تک پہنچنے میں تقریباً پانچ منٹ لگ جائیں گے اور ممکن ہے اس عرصے میں یہ لوگ نکل جائیں۔ چنانچہ وہ سامنے والی ایک بلڈنگ کے نچلے حصے میں بنے ہوئے ایک چائے کے اسٹور میں گھس گیا۔ یہاں فون موجود تھا۔ اس دکان دار کو دونی پہلے ہی تھما دی اور اس ن تعرض

بھی نہیں کیا۔خان نے علاقے کے پولیس اسٹیشن کو رنگ کیا اور اتفاق سے اس جگہ اس وقت انسپکٹر رنبیر کی ہی ڈیوٹی تھی۔

"میری کار شیئر بازار میں بابو راؤ لین کے موڑ پر کھڑی ہوئی ہے۔ایک کانسٹیبل وہاں بھیج دیجیے، کیوں کہ چابیاں میری جیب میں ہیں۔لیکن احتیاطاً وہ اسے کوئی گم شدہ کار ہی بتائے اور ہاں دیکھیے آپ کے پاس گاڑی ہے کوئی؟" خان نے اس سے پوچھا۔

"جیپ ہے، صاحب۔" رنبیر نے جواب دیا۔

"خیر، میں ٹیکسی لے لوں گا، جیپ تو دور سے ہی پہچانی جا سکتی ہے۔" خان ن یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا اور دکان سے باہر نکل آیا۔اس نے دیکھا دکان دار اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے فون کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

"ہیلو، ہیلو سٹیشن، میں ممکو بول رہا ہوں۔کوئی آفیسر بازار میں گھوم رہا ہے۔ابھی سٹہ بند رکھو۔ہاں ہاں، میں نے خود دیکھا ہے۔اس نے یہیں سے کہیں فون کیا ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔لیکن اسے خبر نہ تھی کہ باہر دروازے سے لگا خان اس کے الفاظ سن رہا ہے۔اس کے فون سے ہٹتے ہی خان نے مسکرا کر اندر کی طرف جھانکا۔اور دکان دار کا چہرہ اسے دیکھتے ہی زرد ہو گیا۔

"مجھے سٹے سے اس وقت دلچسپی نہیں ہے، میرے دوست، ورنہ تجھے اپنی جیب میں ڈال کر لے جاتا۔مجھے معلوم ہے کہ تم پچھلے چند سالوں سے تو لا دکا سٹہ چلا رہے ہو۔" دکان دار کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، لیکن تب تک خان جا چکا تھا۔وہ بے چارہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

رسیک لال اور مسز ڈیلانی اس وقت ٹیکسی میں بیٹھ ہی رہے تھے جب خان کی نظر ان پر پڑی۔وہ عمارت کے دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔دوسری ٹیکسی ملنے میں اسے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ٹیکسیاں بالعموم ان بازاروں میں گھوما کرتی تھیں۔

"اس اگلی ٹیکسی کا پیچھا کرو۔" خان نے ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت کی۔

"کوئی لفڑا ہے کیا، صاحب؟"

"نہیں، سرکاری معاملہ ہے۔"

خان کے اس جواب پر وہ چپ ہو گیا، لیکن اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے دلی سے اس کی ہدایت پر عمل کر رہا ہے۔

"یہ لو، اور کام ڈھنگ سے کیا تو اور بھی۔" خان صاحب نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے تھما دیا۔ ڈرائیور کی سستی فوراً کافور ہو گئی اور چاک و چوبند نظر آنے لگا، ورنہ شاید اسے مایوسی اسی خیال سے ہوئی تھی کہ سرکاری آدمی ہے خدا جانے پیسے بھی ملیں یا نہ ملیں۔

رسیک لال کی ٹیکسی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی لبرٹی موٹر گیرج پر پہنچ کر رک گئی۔ یہ شہر کا بڑا مشہور گیرج تھا۔ یہاں گاڑیوں کی مرمت بھی ہوتی تھی اور گاڑیاں رکھنے کے لیے ایک قطار میں ایک درجن بند دروازوں والے شیڈ بنے ہوئے تھے جو ان لوگوں کے کام آتے جو شہر میں اپنی کاروں کے لیے گیرج نہ پا کر روز رات بھر یا غیر استعمالی وقفوں کے لیے اپنی گاڑیاں یہاں رکھ دیتے تھے۔ ٹیکسی کو رخصت کر کے وہ لوگ نمبر ۵ شیڈ کے سامنے رک گئے۔ رسیک لال نے جیب سے چابی نکال کر اس کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ خان باہر سے اندر کے حالات کو نہ دیکھ سکا لیکن کچھ ہی دیر بعد اس نے گیرج سے ایک سرخ چلے ماؤتھ کار کو باہر نکلتے دیکھا اور یہ دیکھ کر وہ مسکرا دیا کہ رسیک لال نے اتنی دیر میں اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ ایک احمقانہ تبدیلی۔ اس کے کلین شیو چہرے پر اس وقت گھنی سیاہ مونچھیں لگی ہوئی تھیں اور آنکھوں پر سیاہ عینک، جسے وہ خان جیسے جہاں دیدہ سراغ رساں کی نظروں سے کسی صورت نہ چھپا سکا۔

☆☆☆☆☆☆
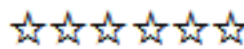
زیرو مینشن

میگی جب لباس تبدیل کرکے آئی تو پہلے سے زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی، اس نے چست گلابی سایہ پہنا تھا، جس میں اس کا پیازی بدن جھلک رہا تھا۔ بالوں کو بیچ سے دائیں بائیں اس انداز میں الٹا تھا کہ ماتھے پر زلفوں کے کئی دائرے بن گئے تھے۔ بالے چند لمحے گھورتا رہا اور وہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئی۔

"زندگی کے بعض لحات کتنے حسین ہوتے ہیں۔" وہ رومان زدہ لہجے میں اس کی شفاف جھیل جیسی کھلی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"کتنے؟" میگی نے گردن کو کسی قدر ٹیڑھا کر کے محبوبانہ ادا سے پوچھا۔

"یہی کچھ دو چار ٹن۔" بالے نے معصومیت سے کہا۔ اور وہ ہنس پڑی۔

"یا تو تم بہت چالاک ہو یا بدھو۔" وہ بے تکلف ہوتے ہوئے آپ سے تم پر آ گئی۔

"میں دونوں ہوں۔"

"وہ کیسے؟" اس نے پلیں جھپکا کر پوچھا۔

"دوسروں کے لیے چالاک، مگر تمہارے سامنے..."

"اونہہ... بدھو نہیں، میرے سامنے بھی چالاک۔"

"کیوں؟"

"میں سمجھتی ہوں تمہارا نام میلکنٹھ نہیں ہوگا۔"

"وجہ ایسا سمجھنے کی؟"

"تم کافی سوشل معلوم ہوتے ہو۔"

"نہیں میرا باپ کاشی کا پنڈا تھا اور ماں ہردوار پنڈائن، دونوں نے مل کر میرا نام

میلکنٹو تو اری رکھا ہے۔ ویسے مجھے تسلیم ہے کہ میں پیدائشی سوشل واقع ہوا ہوں۔"

"کچھ بھی ہو، میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھ سکتی، جس قدر تم بننے کی کوشش کرتے ہو۔"

"میڈم۔" بالے سرد سانس کھینچ کر بولا۔ "محبت نے ارسطو جیسے عقل مند کو بھی گدھا بنا دیا تھا۔"

"محبت... ہا... یعنی؟"

"ایک فلسفہ، مثلاً ایک الو کو ویرانے سے عشق ہے اور ایک شمع کو پروانے سے عشق ہے۔ نہیں، شاید الٹا بول رہا ہوں میں، بہر حال..."

"فضولیات مجھے پسند نہیں ہیں۔" ہمیگی نے اس کی بات کاٹ کر روکھے لہجے میں کہا۔

"ہائے، تم اسے فضولیات کہہ رہی ہو۔" بالے نے لہجہ نمناک بنا لیا۔ "حالاں کہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں لکھا ہے، لوازمنی اے اسپلنڈ ڈ تھنگ۔"

"کہیں ہم لوگوں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی تو نہیں کی۔" وہ بالے کو غور سے گھور کر پوچھنے لگی۔

"کیسی غلطی؟"

"تم... تم پاگل تو نہیں ہو؟"

"یقیناً، تم نے وہ گانا تو نہیں سنا، یعنی کہ 'پنچھی باورا... چاند سے پریت لگائے'، ویسے شاید بے چارے کو خبر نہ ہوگی کہ روس نے چاند بنانے شروع کر دیے ہیں، ورنہ وہ خروشچیف سے پریت لگاتا۔"

"اب کوئی شک نہیں ہے۔" ہمیگی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کس بات میں؟"

"تمہارے پاگل پن میں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"ہائے تو یہی سمجھ کر بھرتی کر لو نا اپنے ہسپتال میں۔"

"وہاٹ؟" وہ ایک دم اچھل پڑی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو؟"

"میں فی الحال رنجیدہ ہوں، لیکن تم اگر اقرار کر لو تو سنجیدہ ہو جاؤں گا۔"

"خدا جانے کس قسم کے آدمی ہو تم، میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی۔"

"میں بڑا سیدھا سادا وغیرہ وغیرہ قسم کا آدمی ہوں، مس میگی۔"

"لیکن تم تو لیلا کی روح سے عشق کر رہے تھے نا؟"

"وہ تو زبردستی میری کھوپڑی پر سوار ہو گئی ہے۔"

"جس طرح تم زبردستی میرے سر پر سوار ہو۔"

"یعنی کہ۔"

"مجھے تم سے اس قسم کی کوئی دلچسپی نہیں۔"

"مس میگی، اپنے فیصلے پر نظرِ سلیمانی، آئی ایم ساری نظرِ ثانی کر لیجیے ورنہ میں خود کشی کر لوں گا۔"

"چچ چچ..." میگی نے مسکرا کر اظہارِ افسوس کیا۔ "تب تو مجھے غور کرنا ہی پڑے گا۔"

"ہاں، ضرور غور کیجیے۔"

سلسلہ گفتگو یہیں تک پہنچا تھا کہ دوسرے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میگی معذرت کر کے فون ریسیو کرنے چلی گئی۔ فون دوسرے ہی کمرے میں تھا اور اس کے دروازے سے لگ کر بالکم از کم میگی کی یک طرفہ گفتگو ضرور سن سکتا تھا۔ اس نے دیکھا فون اٹھانے کے بعد میگی کے چہرے کی رنگت کچھ پھیکی سی پڑ گئی۔

وہ یہ کہہ رہی تھی۔ ''شک مجھے بھی ہے۔'' اس کا لہجہ سرگوشی کا تھا، لیکن دروازے سے لگے ہوئے بالے کے کان سب سن رہے تھے، پھر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا، جس پر وہ صرف اثبات میں سر ہلاتی رہی۔ پھر آخر میں۔ ''میں ابھی آتی ہوں۔'' کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بالے فوراً اپنی نشست پر آ گیا اور پانچ منٹ بعد میگی واپس لوٹی تو وہ باہر کہیں جانے کے لیے بالکل تیار تھی۔

''میری ایک سہیلی کا فون آیا ہے۔ میرا اسی وقت وہاں جانا ضروری ہے۔'' اس نے بالے سے کہا۔

''اور میرا دردِ جگر؟''

''میں غور کروں گی۔'' وہ دروازے کی طرف چلتے ہوئے بولی۔

''میں شدتِ انتظار میں جگر مراد آبادی بن جاؤں گا۔''

''پہلے کسی کے دل میں بھروسہ پیدا کرنا سیکھو۔'' یہ کہتی ہوئی وہ باہر نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆

میگی کمپاؤنڈ سے نکل ہی رہی تھی کہ ایک سیاہ رنگ کی چھوٹی آسٹن کا دروازے کے قریب ہی آ کر رک گئی۔ کار کو ڈرائیو کرنے والا ایک خوش پوش نوجوان آدمی تھا، اس کا چہرہ کتابی اور نقوش کسی قدر رودرشتی لیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کھلے ہوئے رنگ کے ساتھ غیر ملکی معلوم ہوتا تھا، لیکن اس کا قد عام آدمیوں کے نسبت چھوٹا تھا۔ میگی کو دیکھتے ہی اس نے کار کا دروازہ کھول دیا اور وہ اگلی سیٹ پر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''کہاں ہے وہ؟'' اس آدمی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے میگی سے پوچھا۔ ''وہ کیا نکلا پورٹیکو سے؟''

''اوہ، یہ اسے تو میں نے کہیں دیکھا ہے۔'' کار کو آگے بڑھاتے وہ سوچنے لگا۔ پھر

خود ہی چونک کر بولا۔ "ہاں یاد آیا۔ یہ محکمہ خفیہ کا کوئی افسر ہے۔"

"یو مین سی آئی ڈی؟" ہیگی نے چونک کر پوچھا۔

"اور کیا، شیری کے اندازے مشکل ہی سے غلط ہوتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"تب تو میں بال بال بچ گئی۔"

"ابھی کہاں۔ مجھے تو شک ہے کہ یہ دور تک پہنچا ہوا ہے۔ اسے ختم ہی کر دینا چاہیے۔"

"تو کیا اسی لیے ہم اسے اپنے پیچھے لگا کر چل رہے ہیں۔" ہیگی نے پوچھا۔

"شیری کا حکم تو یہی ہے۔"

"لیکن وہ مجھ سے کافی متاثر معلوم ہوتا ہے۔ ہم اسے دوسری طرح بھی تو استعمال کر سکتے ہیں۔"

"ناممکن، پولیس کے لوگ اتنے بے وقوف نہیں ہوتے۔ شیری حکم دے چکا ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس کی تعمیل کریں۔"

"فرینک، کیا ہم شیری کے بالکل غلام ہیں؟"

"بالکل نہیں، صرف کام کی حد تک اور اس معاملے میں وہ کس قدر بے مروت واقع ہوا ہے، یہ تم جانتی ہو۔"

"تم اس سے ڈرتے ہو؟"

"کون نہیں ڈرتا اس سے، وہ ہم پر ہزاروں روپے فضول نہیں خرچ کرتا ہے۔"

"اوہ، جب تمہارا ہی یہ عالم ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"کیوں، کیا کرنا چاہتی ہو تم؟"

"میں اسے اس کے محکمے کے خلاف استعمال کر سکتی ہوں۔"

"خیالِ خام ہے، شیری اس سے کبھی متفق نہ ہوگا... اور... اور اب تم چپ بیٹھو، ورنہ

تمہاری نیت پر شبہ ہونے لگے گا۔'' فرینک کے اس تلخ جملے پر میکی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''تم غلط سمجھے۔'' وہ مری ہوئی سی آواز میں بولی۔ ''شیری سے زیادہ میں سب کچھ تمہارے لیے کر رہی ہوں۔''

''تو پھر وہی کرو جو پسند کرتا ہوں۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' وہ کہہ کر چپ ہو رہی۔

ان کا اندازہ صحیح نکلا۔ بالے اب تک ان کا تعاقب کر رہا تھا، لیکن فرینک اتنی لاپرواہی سے ڈرائیو کر رہا تھا کہ جیسے وہ محض تفریح کے لیے نکلے ہوں۔ پھر اچانک اس نے اپنی کار ایک عمارت کے سامنے جھٹکے سے روک دی۔ اس نے عقبی عکس کے آئینے میں دیکھا، وہ ٹیکسی جس میں بالے اس کی کار کا پیچھا کر رہا تھا، اسی سڑک کے پچھلے موڑ پر دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ وہ دونوں کار سے اتر کر اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ اس دروازے پر باہر موٹے موٹے حروف میں 'زیرو منشن' کے الفاظ منقوش تھے۔

بعد میں بالے آیا تو عمارت کے دروازے پر پہنچ کر ایک لمحہ توقف کیا، پھر وہ بھی اندر داخل ہو گیا۔ باہر سڑک سونی تھی، اس لیے اس نے اس کے صدر دروازے سے ہی داخل ہونے میں کوئی دقت نہ محسوس کی۔ اندر ایک طویل راہداری سے اسے گزرنا پڑا۔ وہ بہر حال اس قدر محتاط تھا کہ اس کے قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ریوالور پر تھا۔ وہ شاید اس طرح کسی عمارت میں بلا اجازت داخل ہونے کی جرأت عام حالات میں نہ کرتا تاہم 'زیرو منشن' کا نام ہی اسے چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔ یہ عمارت ایک خاص معاملے کے سلسلے میں پہلے سے خان کی نظر میں تھی۔ حالاں کہ ابھی تک اس نے اس کا تذکرہ رپورٹ پیپرز میں بھی نہیں کیا تھا۔ کرنسی کی بیرونِ ملک ناجائز منتقلی کے ایک کیس میں ماخوذ ایک ایجنٹ لڑکی کو عدالت نے ناکافی ثبوت کی بنا پر بے داغ بری کر دیا تھا، لیکن خان کے چارج کے کیس اگر کبھی اتفاق سے عدالت سے شبہ کے فائدے میں یا کسی خاص

کوشش کے زیرِ اثر چھوٹ بھی جائیں تو وہ انہیں فراموش نہیں کیا کرتا تھا۔ اسے ایک بار اگر یہ یقین ہو جاتا کہ مجرم واقعی سزا کا مستحق تھا اور محض عدالتی الجھاؤ سے چھوٹ گیا ہے، تو وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتا جب تک کہ وہ اسے دوبارہ اور پہلے سے زیادہ مکمل اور ناقابلِ تردید ثبوت کے ساتھ قانون کی گرفت میں لے لیتا۔ ایسا کئی کیسز میں ہو چکا تھا اور پنجاب میل مرڈر کیس میں تو انتہائی پراسرار ذرائع اور انتھک محنت سے گرفتار کیے گئے مجرم نے عدالتی رعایت سے بے داغ چھوٹ کر خان کو چیلنج کیا تھا، لیکن خان نے اسے چند دنوں کی بھی مہلت نہ دی اور دوبارہ اسے قانون کی گرفت میں لے کر بالآخر پھانسی پر چڑھوا کر ہی دم لیا تھا۔ اس اچینی لڑکی کے معاملے میں بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ عدالت سے بری ہوتے وقت اس نے بڑے ناز سے اِٹھلا کر خان کو منہ چڑایا تھا اور خان نے بالے سے اسی دن کہہ دیا تھا کہ میں اسے کم از کم چند سالوں کی جیل تو کروا کے ہی رہوں گا۔ اس کے بعد اپنے طریقِ کار کے مطابق خان نے کچھ دنوں تک اس کیس کو جیسے فراموش ہی کر دیا۔ اس تمام عرصے وہ اچینی لڑکی روپوش سی رہی۔ پہلے وہ جن مقامات پر اکثر جایا کرتی تھی، وہاں جانا اس نے موقوف کر دیا۔ لیکن خان کی کبھی غافل نہ رہنے والی نظروں نے بالآخر اسے ایک دن 'زیرو مینشن' میں داخل ہوتے دیکھ ہی لیا۔ اور تب سے اکثر وہ لڑکی اس عمارت میں آتی جاتی دیکھی جاتی رہی، لیکن یا تو خان دانستہ اس طرف سے بے توجہی برت رہا تھا یا کوئی خاص مصلحت تھی جس کی وجہ سے ابھی تک اس نے اس عمارت سے متعلق کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

راہداری تاریک تھی، لیکن اس قدر بھی نہیں کہ راہ نہ سجھائی دے سکے۔ دائیں بائیں کمروں کے بند دروازے تھے وہ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک بلند محراب نما دروازے پر رک گیا۔ اس کا دروازہ خفیف سے دباؤ سے کھل گیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ بالے نے یہ اندازہ کر لینے کے بعد کہ اندر کوئی موجود نہیں ہے دروازے کو آہستہ سے کھول کر پہلے اندر جھانکا اور پھر اس میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس کے اندر قدم رکھتے ہی دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ آپ سے آپ

بند ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ یہ ایک دائرے کی شکل کا ہال تھا، جس میں اندر صرف چار دروازے تھے اور چاروں بند تھے۔ ابھی وہ تیسرے دروازے کو کھولنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کہ اچانک ایک کھنکتے ہوئے قہقہے سے پورا ہال گونج اٹھا۔ بالے نے غور سے دیکھا، یہ آواز چھت میں لگے ہوئے ایک دائرے سے آ رہی تھی۔

"شاید تم ساتویں آسمان سے بول رہے ہو؟" بالے نے چھت کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"تم چاہو تو اس مقام پر جی بھر کے گالیاں بھی بک سکتے ہو۔" وہی گونجتی آواز سنائی دی۔ "کیوں کہ تمہاری زندگی اور موت میں صرف چند لمحوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔"

"مگر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، بھائی۔ یہ آخر میرے ملکوت الموت کیوں بن بیٹھے تم؟"

"اس جگہ جس کے قدم آتے ہیں اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

"بڑے سبز قدم ہوتے ہیں وہ لوگ، لیکن میں تو دھوکے سے آ پھنسا ہوں یہاں۔"

"ہمیں بنانے کی کوشش نہ کرو، سارجنٹ۔ زندگی کا عرصہ تم پر تنگ ہو رہا ہے۔"

"میں شٹ اپ ہوں، تم اس عرصے کو کچھ ڈھیلا کر دو تو عین نوازش ہو گی۔" بالے نے بے وقوفوں جیسے رحم طلب انداز میں کہا۔

لیکن اسے پھر کوئی جواب نہیں سنائی دیا۔ گول کمرے کے پرسکوت ماحول پر کسی قبر کا سناٹا چھا گیا۔ بالے نے پھر ایک بار بند دروازے سے زور آزمائی کی، لیکن بے سود۔

"اب صرف پندرہ سیکنڈ باقی ہیں، تم چاہو تو مرنے سے قبل کی دعائیں پڑھ سکتے ہو۔" وہ آواز بالے کو پھر سنائی دی۔ لیکن وہ اب تک اس دھمکی سے خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ حالاں کہ اسے یہ علم نہ تھا جن نامعلوم لوگوں سے پالا پڑا ہے وہ کس قسم کے ہیں۔ کیا واقعی وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں یا اس سے ان کا کچھ اور مقصد ہے۔ لیکن یہ وقت سوچنے کا نہیں

تھا۔اسے صرف ایک طریقہ کسی قدر کارآمد محسوس ہوا، وہ یہ کہ جس دروازے سے وہ داخل ہوا تھا اگر اس کے کی ہول میں فائر کر دے تو دروازہ نہ بھی کھلنے پر کم از کم دوسری طرف اس کا دھما کا اس قدر ضرور گونج جائے گا کہ اس کی آواز راہ داری سے ہو کر باہر سڑک تک سنائی دے سکے۔اس نے اسی خیال کو فوراً ہی عملی جامہ پہنا دیا، لیکن بے سود۔پستول کے لگا تار تین فائروں کی آواز اسی ہال میں گونج کر رہ گئی اور ایک گولی کی ہول میں ہی پھنس کر رہ گئی۔دروازہ کھلنا تو دور ڈھیلا بھی نہ ہو سکا۔وہ خوف ناک قہقہہ پھر کمرے میں گونجنے لگا۔

"خوب،تم نے کیا ہمیں اس قدر بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔"اس نامعلوم آواز نے کہا۔بالے نے ایک فائر چھت کے اس دائرہ نما اسپیکر پر بھی کر دیا، لیکن اس کی جالی بھی شاید فولادی بنی تھی،اس کا بھی کچھ نہ بگڑا۔البتہ اس کا ردِعمل یہ ضرور ہو گیا کہ اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے نے پندرہ سیکنڈ بالترتیب اُسے ایک کی طرف گنے جانے لگے۔ابھی تک بالے کو امید تھی کہ کسی نہ کسی صورت وہ یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نکال لے گا، لیکن نہ جانے کیوں اس وقت اس کا دل ڈوبنے لگا۔اسے اپنے آپ پر غصہ بھی آیا کہ کیوں وہ اندھا دھند یہاں تک گھستا چلا آیا، لیکن سچ تو یہ تھا کہ اس نے حالات کو اتنی سنگین نوعیت پر سوچا بھی نہ تھا۔اسے کیا خبر تھی کہ اس جگہ موت اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔مگر اس مایوسی میں بھی اسے ایک آخری امید سہارا دے رہی تھی۔یقیناً خان اس کی طرف سے غافل نہ ہو گا، کیوں کہ اس کے ایماء پر اس نے مسز ڈیلاٹن کے گھر کی طرف دوبارہ رخ کیا تھا۔

وہ آواز اس وقت سات کے اعداد گن رہی تھی۔پھر چھ...پھر پانچ...پھر چار...اور گھٹتی ہوئی گنتی پر بالے کا خون خشک ہوتا جا رہا تھا، جیسے ہی تین کے عدد شمار کیے گئے، اچانک ایک دھماکا ہوا اور سامنے والے دروازے کے چیتھڑے اڑ گئے، ساتھ میں بالے کو خان کی آواز سنائی دی۔"باہر کی طرف بھاگو، بالے۔"

بالے بے تحاشا شکستہ دروازے کی طرف دوڑا اور جس وقت وہ جست کر کے اس

کے باہر نکل رہا تھا، اس کے پیروں کے قریب ہی زنزناتی ہوئی گولیوں کی باڑھ پڑی۔ وہ گولیاں جو مسلسل برس رہی تھیں۔

"تم یہیں راہ داری میں ٹھہرو اور دیکھو کوئی نکل کر جانے نہ پائے۔" خان نے بالے کو بازو سے راہ داری میں ڈھکیلتے ہوئے کہا اور خود تیزی سے داہنی طرف دوڑ کر ایک دروازے کو ٹھوکر سے کھولتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہاں اوپر کی طرف جاتا ہوا ایک زینہ تھا، وہ اس پر دوڑ کر چڑھتا چلا گیا۔

اس نچلے گول ہال کے بالکل اوپر اسی طرح کا ایک دوسرا گول ہال یا بڑا کمرہ تھا اور جس وقت اس نے دروازے کو بھی ایک یونٹ کے مادۂ آتش گیر والے ٹیوب سے خان نے اڑا دیا تو دروازے کے شکست ہوتے ہی اسے اچھل کر پیچھے ہٹ جانا پڑا ورنہ مشین گن کی گولیاں اس کے بدن کو چھلنی کر چکی ہوتیں۔ اس گول کمرے کے درمیان میں ایک مشین نصب تھی اور اس کے پاس ہی ایک قدآور بھیانک سی شکل کا آدمی مشین گن لیے کھڑا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اس دروازے کے سوا داخلے کا کوئی اور راستہ بھی اس طرف سے نہ تھا۔ فائرنگ کے زد سے بچنے کے لیے خان دیوار سے لگ کر کھڑا رہا، لیکن چند لمحوں کے توقف کے بعد ہی اسے چونک پڑنا پڑا۔ فائرنگ کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور اس کا شک درست ہی نکلا۔ کوئی تیزی سے نیچے راہداری میں دوڑ رہا تھا۔ پھر نیچے سے ایک فائرنگ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کسی کے گرنے کی۔ خان تیزی سے قریب پہنچ کر اس پر جھک گیا، لیکن الٹ پلٹ کر دیکھنے پر بھی اس کے بدن کے کسی حصے پر کوئی زخم نہیں ملا۔ بالے کا ریوالور اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ اسے اسمیلنگ سالٹ سنگھاتے ہی ہوش آ گیا۔

"وہ...وہ...نکل گیا۔" بالے نے چونک کر اٹھتے ہوئے خان کو بتایا۔

"لیکن تم بے ہوش کیسے ہو گئے؟" خان نے پوچھا۔

"میں اس پر فائر کر رہا تھا کہ کسی نے پشت سے میرے سر پر کسی وزنی چیز سے ضرب

لگائی اور مجھے چکرآ گیا۔" بالے نے بتایا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں ایک سے زیادہ آدمی موجود تھے۔" خان بڑبڑایا۔ "خیر تم پھر اسی راہداری کی نگرانی کرو، میں اوپر دیکھتا ہوں۔" خان نے اسے ہدایت کی۔

"لیکن وہ جو نکل گیا ہے۔"

"وہ کس طرف سے آیا تھا یہاں؟"

"وہ ادھر، اس دروازے سے۔"

"گرانڈیل خوف ناک سی شکل کا آدمی تھا؟"

"جی ہاں، لیکن میری حماقت کہ میں سمجھا آپ ہیں اور میں نے ٹارچ روشن کر دی، ورنہ شاید وہ مری طرف سے غافل ہی رہتا۔"

"وہ زیادہ دیر آزاد نہ رہ سکے گا۔ ویسے تم ذرا عقلِ سلیم استعمال کرتے رہا کرو۔"

"سلیم کی عقل میں کیسے استعمال کر سکتا ہوں۔"

"بکواس۔" خان اسے گھورتا ہوا اب کی بار اس کے بتائے ہوئے اس دروازے میں داخل ہو گیا جس میں سے وہ آدمی نکلا تھا۔ اس کا خیال صحیح نکلا، یہاں بھی اندر زینہ تھا جو پہلے زینے کے مخالف سمت میں گیا ہوا تھا اور جب اس کے ذریعے خان اوپر پہنچا تو وہ گول کمرے کے باہر پچھلی کاریڈور میں کھڑا تھا، کمرے کا یہ دروازہ کھلا تھا۔ لیکن اندر داخل ہونے پر وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ کمرہ بالکل صاف اور سادگی سے آراستہ۔ دیواروں پر قدرتی مناظر کی تصاویر لٹک رہی تھیں اور بیچ و بیچ کمرے میں جہاں پہلے خان کو وہ مشین اور وہ آدمی نظر آیا تھا، صرف ایک تپائی پڑی تھی جس پر ایک گل دان رکھا تھا، جس کے پھول تازے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ خان کے نیچے جانے کے بعد کوئی دوسرا اس کمرے میں موجود تھا جس نے یہ ساری تبدیلیاں کی ہوں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وہی ہستی رہی جو جس نے نیچے بالے کے سر پر

وار کیا تھا۔

بہر حال بڑی دقت کے بعد وہ اس بلڈنگ میں ایک پچھلا راستہ دریافت کرسکا جس کی زینہ بھی اسی طرح ایک بند کمرے میں جا کر ختم ہوتا تھا اور شاید اسی لیے وہ ایک قسم کا جنتر منتر نظر آتی تھی۔ایک اجنبی کے لیے اس میں داخل ہو کر کھو جانا غیر متوقع نہ تھا۔تلاش بے سود رہی۔انہیں پوری عمارت بھائیں بھائیں کرتی ملی۔تھوڑی دیر قبل جہاں گولیوں کا شور گونج رہا تھا، وہاں اب اتنا بھیانک سناٹا مسلط تھا جیسے برسوں سے یہ مقام ویران پڑا ہو۔

اوپر ہی گول کمرے میں تپائی ک کے نیچے کی زمین پر انہیں ایک توے جیسے گول ڈھکن سے ڈھکا ہوا ایک تقریباً ڈیڑھ فٹ کے قطر کا شگاف ملا۔شاید مشین اسی میں نصب کی گئی تھی اور مائک وغیرہ کا چکر سب ڈھونگ تھا۔مشین گن کا دہانہ اسی شگاف کی مدد سے نچلے کمرے کی چھت میں ڈال دیا ہوگا اور اسی دہانے سے کوئی ایسا اینگل بھی نصب ہوگا جس سے نیچے کے کمرے کا پورا حال اسے گھما گھما کر دیکھا جا سکے اور صحیح نشانے پر گولی پار کی جا سکے۔اگر خان اس کمرے تک نہ پہنچتا تو نچلے کمرے میں ہونے والے واقعات ضرور پر اسرار نوعیت کے معلوم ہوتے۔جکڑ کر بند ہو جانے والے دروازوں میں الیکٹرک سسٹم موجود تھا اور ان دروازوں کے پرخچے اڑ جانے کے بعد وائرنگ صاف نظر آ گئی تھی۔البتہ اوپری کمرے کے فرش پر جو توے نما ڈھکن تھا وہ اس سوراخ پر اس خوبی سے بیٹھتا تھا کہ سرسری نظر سے دیکھنے والوں کو فرش پر خوب صورتی کے لیے خفیف سے گڑھے کے ساتھ معمار کا بنا ہوا ایک دائرہ معلوم ہو۔

جب وہ اس عمارت نکلے تو سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"کیا یہ بات کم حیرت ناک نہیں کہ اتنی بڑی عمارت میں اس وقت کوئی بھی نہیں ہے، اور دروازہ تک کھلا ہوا ہے؟ جب کہ اندر کے بعض کھلے کمروں میں کچھ سامان بھی موجود ہے۔" خان نے باہر نکلتے ہوئے بالے سے کہا۔

"شاید اس میں جن رہتے ہوں گے جو نظر نہیں آتے۔"

”مجھے اب یقین ہے کہ وہ دو سے بھی زیادہ لوگ رہے ہوں گے اور اپنی اسکیم کو ناکام ہوتے دیکھ کر نچلے خفیہ راستے نکل گئے۔“

”اسکیم...یعنی؟“

”وہ تمہیں ختم کر دینا چاہتے تھے کیوں کہ تم ان کی دانست میں ضرور کوئی ایسی اہم معلومات حاصل کرنے کامیاب ہو گئے تھے جس سے ان کا کوئی سراغ ملتا ہو۔“

”لیکن میں تو ابھی...“

”یہ ہمیں غور کرنا پڑے گا، وہ کون سی ایسی بات رہی ہوگی۔“

”مگر آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟“

”یہ راستے میں بتا دوں گا، پہلے یہاں سے تو چلو۔“ خان نے باہر آ کر کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ نے بھی اس عمارت کو اسی حالت میں چھوڑ دیا؟“

”تو کیا میں تالے لگاتا پھروں۔“

”لاوارث معلوم ہوتا ہے یہ زیرو منشن۔“

”یہ ایک غیر ملکی رنگ ساز کمپنی کی ملکیت ہے، چلئے۔ لیکن آج اس کے دفاتر کی تعطیل ہے، اس وجہ سے ہمیں یہاں سناٹا ملا ہے۔“

”آپ اس عمارت کو حراست میں لے لیجیے۔“

”اور تمہارا محاصرہ کرا دوں۔“

”میرا بھی مطلب یہی تھا، بہر حال۔“

”ہم ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں حاصل کر سکے ہیں اور تم جانتے ہو کہ غیر ملکیوں کے معاملات میں کس قدر محتاط رہنا پڑتا ہے، ذرا سے اقدام میں ان کے سفارت خانے چیخ اٹھتے ہیں اور حکومت ہم پر عتاب کرنے لگتی ہے۔“

"میں سمجھتا ہوں، لیکن وہ مشین گن جو آپ نے دیکھی تھی، ابھی اس عمارت میں موجود ہوگی۔" بالے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اس طرح اور اتنی جلدی ایسی چیز کو تو باہر نہیں لے جایا سکتا۔ لیکن اگر وہ اسی عمارت کے کسی نامعلوم یا خفیہ حصے میں پہنچا دی گئی ہو، تب بھی ہم زیادہ وقت اس کے ایک ایک کونے کی تلاش کے لیے نہیں دے سکتے تھے۔ بلا وارنٹ اور اس معاملے میں تو محکمہ خارجہ کی اجازت کے بغیر ہم اس عمارت میں تلاشی کی نیت سے داخلے کے بھی مجاز نہیں ہیں۔ اس بلڈنگ کے مالکان اگر چاہتے تو ہمیں اس وقت بھی مصیبت میں پھنسا سکتے تھے۔"

"لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، کیوں؟" بالے نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ وہ شاید معاملات کو باقاعدہ پولیس تک لانے سے گریز کر رہے ہیں اور اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ ان کی سب حرکتیں قانونی نہیں ہیں۔"

"آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ یہاں کس طرح اور پھر عین موقع پر آ پہنچے تھے؟"

"میں رسیک لال کا پیچھا کر رہا تھا۔ یہ تو اتفاق ہی ہے کہ تم بھی یہیں لائے گئے اور وہ بھی اسی وقت۔"

"میں تو آج واقعی خود کو موت کے منہ میں سمجھ رہا تھا۔"

"تھا بھی یہی، میں اسی وقت سمجھ چکا تھا جب تمہیں اس لڑکی کی روح کا خط ملا تھا۔" خان مسکرایا۔

"یہ رسیک لال کہاں مل گیا تھا آپ کو؟"

"جہاں تمہاری وہ مسز ڈیلاٹی گئی تھی۔"

"آپ، یعنی کہ آپ اس کے گھر سے..."

"میں اپنے کاموں میں غفلت کبھی نہیں برتتا۔ دراصل تمہاری وہاں موجودگی تو

انھیں تم پر شبہ ولا کر ان کی حرکتوں اور ان کے ردِعمل کا جائزہ لینے کے لیے تھی، ورنہ حالات پر سر دست جمود طاری رہتا اور ہمارا کام اور مشکل ہو جاتا۔ انہیں تمہاری طرف متوجہ رکھ کر مجھے ان کی نگرانی میں کافی آسانی ہو گئی۔"

"تو گویا بندہ آپ کی ڈھال ہے؟"

"جو کچھ سمجھ لو۔"

"پروٹسٹ۔"

"جوتے۔"

"میں نے تو پچھلے ہفتے ہی خریدے ہیں، خدا آپ کو مبارک کرے۔"

"تم نے بھی کوئی تیر مارا یا محض جھک مار رہے تھے وہاں؟"

"میں نے کہا، اسی نے مارا تھا ایک تیرِ نظر، کمبخت دل کے اندر تین انچ گھس گیا۔"

"کام کی بات۔"

"اس کے ڈرائنگ روم میں لیلا کی تصویر لگی ہے اور میں نے اس کا انلارجمنٹ کرنے والے اسٹوڈیو کا پتا نوٹ کر لیا ہے۔"

"اور تم نے یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی کہ اس کا اتنا بڑا پورٹریٹ ان لوگو نے کیوں اپنے ڈرائنگ روم میں لگا رکھا ہے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، وہ کہہ دیتی یادگار کے طور پر۔"

"نہیں، بالے صاحب، تم وہ اکیلے ہی اُلو نہیں ہو جسے ان لوگوں نے شکار کیا تھا، وہ تصویر لیلا کی روح کی آسیبیت کو دوبالا کر دینے کا بڑا نفسیاتی اثر رکھتی ہے۔ مگر، خیر چلو پہلے اس اسٹوڈیو کو ہی دیکھ لیا جائے۔"

"تو کیا آپ رسیک لال سے دست بردار ہو رہے ہیں؟"

"نہیں، اسے تو میں کہیں بھی چوہے کی طرح پنجرے میں لا سکتا ہوں، لیکن یہ

معاملہ اتنا مختصر ہی نہیں معلوم ہوتا۔"

"میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان پر فراڈ کا ہی چارج لگ سکتا ہے اور ممکن بھی ہے کہ وہ اس طرح لوگوں کو بے وقوف بناتے ہوں۔" بالے نے رائے دی۔

"اب کچھ عقل مند معلوم ہو رہے ہو تم۔"

"مگر اس چٹان کی روح کو تو میں نے خود غائب ہوتے دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ رسیک لال کے ساتھ بھی کبھی وہی واقعہ پیش آیا ہو اور تب سے اس نے اسی آسیبی واقعہ سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہو۔" بالے نے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو، لیکن اس روح کی طرف سے ایڈریس کے ساتھ چٹھیاں لکھنا اگر رسیک لال یا کسی اور کا فراڈ ہو سکتا ہے تو وہ روح بھی تو فراڈ ہو سکتی ہے۔"

"اور نہیں بھی ہو سکتی۔"

"تمہارا ذہن شاید اس کی آسیبت سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔"

"میں تو کسی مجرم کی گولی سے شہید ہونے کے بعد اس سے رومان کرنے کا پروگرام پہلے ہی بنا چکا تھا۔"

"تو لاؤ میں ہی شہید کر دوں۔"

"کسی سراغ رساں کی گولی سے شہادت نصیب ہونا مشکل ہے، یہ تو ڈپارٹمنٹ ہی الگ ہے۔"

"فل اسٹاپ۔"

اور بالے کو منہ بند کر لینا پڑا۔ خان کسی دوسری سوچ میں کھو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

دوسرا کیس

ریڈیو اسٹوڈیو فوٹو گرافی کے لیے اتنا مشہور تھا کہ اس کا پتا جاننے کی ضرورت نہ تھی۔
اس کا مالک کھنڈوانی ان سے بڑے اخلاق واحترام سے پیش آیا۔لیکن جب اس نے رجسٹر دیکھ کر یہ بتایا کہ وہ انلارجمنٹ اس نے صرف دوماہ پہلے ایک گجراتی نے تیار کرایا تھا تو خان بالے کی طرف دیکھنے لگا۔

"رسیک لال ہی ہوسکتا ہے۔"بالے نے کہا۔

"لیکن اس نے تو اپنا نام اور بتایا تھا، یہ ایڈریس بھی ہے اس کا۔"

"اچھا، اس کی شکل تو یاد ہوگی آپ کو؟" خان نے جیب سے ایک فوٹو نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"جی۔" کھنڈوانی اسے غور سے دیکھنے لگا، پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔"میرا خیال ہے یہی ہوگا وہ آدمی، کیوں کہ اس کی شکل مجھے دیکھی ہوئی سی معلوم ہوتی ہے۔اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ وہ اکیلا بھی نہ تھا، اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔"

"خیر اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی۔ویسے وہ نگیٹو تو ہوگا آپ کے پاس؟"

"جی نہیں، وہ انلارجمنٹ کے بعد اسے بھی لے گیا تھا۔"

"خیر، شکریہ۔" خان اٹھ کھڑا ہوا۔کھنڈوانی خود انہیں کار تک چھوڑنے آیا، لیکن خان نے اسے اس تفتیش کا سبب نہیں بتایا، البتہ یہ ہدایت کر دی کہ وہ اس کا تذکرہ فی الحال کسی سے نہ کرے۔

......

"آپ کو رسیک لال کی تصویر کہاں سے مل گئی؟" بالے نے کار میں خان سے

دریافت کیا۔

"ناجائز کرنسی کیس کے مشتبہ افراد کی فائل ہے۔" خان کے جواب نے اسے

چونکا دیا۔

"تو یہ لمبا سلسلہ ہے؟"

"ہاں، اس وقت یہ رمنگ لال مگن لال کے نام سے اسی رنگ ساز کمپنی کا ایجنٹ تھا، جس نے زیرو منشن خریدا تھا۔ لیکن اس کے مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں آتے ہی اس کمپنی نے اسے نکال دیا تھا۔"

"کیا وہ کمپنی بھی...؟" بالے نے کہنا چاہا۔

"بظاہر تو ان حالات سے اس کو کوئی تعلق ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور وہ مسز ڈیلاٹن کہاں گئی؟"

"ابھی ہمیں اس کی ضرورت نہیں، تاوقتیکہ ہم حالات کی بنیاد تک نہ پہنچ جائیں۔"

"پہنچ کر واپس بھی آسکیں گے یا...؟"

"شٹ اپ۔"

"ڈانٹ لیجیے، لیکن میرا سب سے پہلا سوال اب بھی میری کھوپڑی میں کلبلا رہا ہے۔"

"یعنی کیشیئر رام سرن کی موت کا ان واقعات سے تعلق؟"

"آپ بڑے سمجھدار ہیں۔"

"رام سرن نے رسیک لال ہی کی معرفت اپنے بینک کو ایسٹرن کیمیکلز کے شیئرز خریدوائے تھے۔" خان نے بتایا۔

"بڑا الجھا ہوا کیس معلوم ہوتا ہے۔"

"ہے تو کچھ ایسا ہی، بلکہ ابلتے چشمے والی پہاڑی بھی زم سرخ پتھروں کی کھدائی کے

ٹھیکے میں رسیک لال کے نام ہی نکلی۔کلکٹر کے دفتر سے مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے۔یہ علاقہ پچھلے سال ٹھیکے پر لیا تھا اور یہ ٹھیکہ پانچ سال کا ہے۔''

''تو اس طرح سارے فساد کی جڑ رسیک لال ہے؟''

''نہیں میں ابھی اس پر پوری طرح یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں، کیوں کہ یہ روح کا چکر اور رام سرن کی پراسرار موت کا طریقِ وقوع ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے وہ کووِیڈا کا واقعہ؟''

''ہُم۔''

''آپ ڈرتے ہیں کہ کہیں اس کووِیڈا سے آپ کا نام بھی نہ پکار لیا جائے۔''

''شاید۔''خان مسکرایا اور خاموش ہو رہا۔بالے نے پھر بہت کچھ پوچھنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔خان نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

☆☆☆☆☆☆

رام سرن کے واقعہ کا تو کسی نے مذاق اڑایا تھا، کسی نے اسے خللِ دماغ قرار دیا تھا اور اخباروں نے تو اس پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔ان میں صرف اس کی لاش کے پائے جانے کی خبریں شائع ہوئی تھیں اور محکمہ پولیس میں سوائے خان کے اور کسی نے رام سرن کے لڑکے کے بیان سے کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔لیکن گزشتہ شام جب بالکل ویسا ہی ایک واقعہ اور پیش آیا تو سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی، اس بار اخباروں نے مشتبہ سمجھتے ہوئے بھی چوکھٹوں میں شائع کیا تھا۔یہ واقعہ باندرہ سلور کلب کی بارہویں سالگرہ کی خوشی میں ایک پارٹی دی گئی تھی، جس میں لین اور لی نام کی دو مصری رقاصاؤں نے اپنا رقص پیش کیا تھا۔کلب کا مالک چاند بیگو خود اس آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جس پر کووِیڈا کے نامعلوم اسرار کا حملہ ہوا۔وہ ایک معزز شہری تھا، مضافات میں اس کا ایک فولاد کا کارخانہ تھا اور شہر کے اچھے سرمایہ داروں میں اس کا شمار ہوتا

تھا۔اس کا نام ہرچند برجیٹھیا تھا۔اس کے ساتھ بھی بالکل ویسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔بیٹھے بیٹھے اچانک اس کے چہرے کی رنگت سرخ ہوگئی اور آنکھیں باہر نکلنے لگیں۔پھر وہ بڑبڑانے لگا،'میں آتا ہوں،اے مقدس آواز۔میں آرہا ہوں'۔اس پر کلب کے مالک چاند بیگو نے گھبرا کر اپنے نوکر کو ڈاکٹر کو فون کرنے کی ہدایت کی لیکن اتنی دیر میں برجیٹھیا سحر زدہ انداز میں،'میں آتا ہوں، میں آتا ہوں' چیختا ہوا باہر نکل چکا تھا۔اس کا پیچھا کرنے کی کسی نے کوشش نہیں کی،لیکن چاند بیگو نے ایک میزبان کی حیثیت سے اس کی خبر لینا اپنا فرض سمجھتے ہوئے اس کا پیچھا کیا۔اس نے برجیٹھیا کو اپنی کار بھی ڈرائیو کرتے دیکھا،لیکن اس کی کیفیت اس وقت بھی وہی تھی،اور وہ مسلسل بڑبڑا تا رہا۔چاند بیگو نے اسے کوئی خطرناک دورے کی بیماری سمجھ کر اسے بچانے کے لیے ٹیکسی پر اس کا پیچھا کیا،لیکن ابلتے ہوئے چشمے کی پہاڑی کے دامن میں جہاں برجیٹھیا کار سے اتر کر پیدل پہاڑی کی طرف دوڑ رہا تھا،وہ سلور کلب کا مالک اپنے بھاری تن وتوش کی وجہ سے کافی پیچھے رہ گیا۔اور پھر اس نے بھی وہی منظر دیکھا جو رام سرن کے لڑکے نے دیکھا تھا۔

خان نے اخبار پڑھ کر میز پر ڈال دیا اور پولیس ہیڈ کوارٹرز کے انفارمیشن روم کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔دوسری طرف سے فون پر بولنے والا لاڈ یوٹی آفیسر انسپکٹر شاہ تھا۔

"کیا شہر یا مضافات میں پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں کسی کی لاش پائی گئی ہے؟"

"جی نہیں،ایسی کوئی اطلاع ابھی تک موصول نہیں ہوئی ہے۔"

"کوئی خبر آئے تو مجھے فوراً مطلع کیجیے گا۔"

"بہتر ہے۔"

فون رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس وقت اس کی دستی گھڑی میں ۹۔۳۰،ساڑھے نو، بج رہے تھے۔

"بالے کہاں ہے؟" اس نے چائے کی ٹرے واپس لے جانے والے ملازم غلام رسول سے پوچھا۔

"صاحب، وہ سوتے میں فلم 'مہندی' کی ٹرائل دیکھ رہے ہیں۔" غلام رسول نے سادگی سے جواب دیا۔

"ہُم، اور تم ٹکٹ کے انتظار میں سینما کے باہر کھڑے ہو گئے؟" خان کا لہجہ خشک تھا۔

"نہیں صاحب، وہ... وہ خود کہہ رہے تھے۔"

"خیر، گاڑی نکلواؤ۔" یہ کہتا ہوا خان خود بالے کے کمرے میں گھس گیا۔ وہ بستر پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔

"ابھی صبح نہیں ہوئی تمہاری؟"

"شش، گیٹ کیپر، بھائی کی خبر لو۔" بالے تکیے میں سر اوندھائے ہوئے بڑبڑایا۔

"او گدھے۔"

"گدھے نہیں، سب نواب لوگ ہیں، نوب اجیت خاں، نواب مشرب بہ اسلام، ایس ایم یوسف نے مہندی لگائی ہے، جے شری دولہا بنی بیٹھی ہے اور مسٹر اے اے انڈیا ڈو والا قاضی وودھ آوٹ داڑھی مونچھ کی حیثیت سے نکاح پڑھا رہے ہیں۔"

"اور تم وہاں کیا جھک مار رہے ہو؟"

"ہم سرتاپا حسرت بے پوری بنے بیٹھے ہیں۔ ہائے، کوئی پوچھے تو ماجرا کیا ہے۔"

"زبان سے پوچھوں یا جوتے سے؟"

"عالمِ خواب میں کسی دوسرے کی آواز نہیں سنائی دیتی۔"

"خیر آواز نہ سہی۔" یہ کہہ کر خان نے ایک ہاتھ کس کر اس کی پیٹھ پر جما دیا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"ہائے میں لٹ گیا، میرے دو روپے دس آنے۔"

"جلدی ناشتہ کر کے کپڑے پہنو۔"

"اگر مصروفیتوں کا یہی عالم رہا تو میں کچھ عرصے کے لیے خودکشی کرلوں گا۔"

"یہ نخرے بعد میں دکھانا، مجھے ایک آدمی کے بارے میں فوری تفصیلات چاہئیں۔"

خان نے اسے دروازے کی طرف ڈھکیلتے ہوئے کہا۔

"کوئی اور فرماں بردار نہیں ملا تھا کیا؟"

"تمہاری برخورداری آخر کس مرض کی دوا ہے۔"

"الفت۔" بالے نے برخورداری سے دستبرادی کا اعلان کیا، لیکن ایک نہ چلی۔

اسے اسی وقت بدھیا کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلنا پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

پرانی کتاب

خان کی کار این روڈ کی ایک لائبریری کے سامنے رک گئی۔ یہ لائبریری جس کا نام 'اپنی لائبریری' تھا، اپنے نام کی ہی طرح عجیب وغریب تھی۔ اگر چہ یہ سرکاری لائبریریوں کی طرح شان دار تھی نہ بہت بڑی، لیکن لائبریری کا مالک، مالک عنایت علی، کیوں کہ تجسس ذہن کا آدمی تھا، اس لیے اسے قدیم سے قدیم کتب سے لے کر جدید تر کتب کا ذخیرہ یہاں جمع کر رکھا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ سو سال پرانے اردو کے رسائل اور ہندی کی کتب تک اس کے ذخیرے میں تھیں۔ یہاں ہر موضوع کی قدیم سے قدیم کتب بآسانی حاصل ہو سکتی تھیں۔ اسے اس خصوصیت سے کتابوں کا کباڑ خانہ کہنا زیادہ موزوں ہوتا، اگر اس میں نا زترین کتب کی بھرمار نہ ہوتی۔

"یہ اپنی لائبریری ہے۔" بالے اس کا بورڈ پڑھتے ہوئے بولا۔" آپ شاید اب جاسوسی ناول پڑھنا شروع کریں گے۔"

"بیٹے، عملی زندگی ان تخیلی ناولوں سے کہیں زیادہ مختلف ہوا کرتی ہے۔"

"تو پھر پرانے اسٹاک کی تلاش ہوگی۔"

"خود دیکھ لینا۔"

عنایت علی، خان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ محکمہ پولیس کی اس مشہور ترین ہستی کی شکل پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ایک بار صدرِ جمہوریہ کا ایوارڈ حاصل کرنے کے لیے پولیس پریڈ میں خان اسٹیڈیم میں عام پبلک کے سامنے آیا تھا اور اس کے دوسرے دن ہی اخبارت میں اس کے فوٹو بھی شائع ہوئے تھے۔

"بیٹھیے بیٹھیے، تکلف کی ضرورت نہیں۔" خان نے بے تکلفی سے اس کے کاندھے پر

ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، لیکن عنایت کی حیرت ابھی تک دور نہیں ہوئی تھی۔ خان کی آمد اس جگہ، ایک تعجب خیز بات ہی تھی۔ لائبریری پر موجود گاہکوں کی بھیڑ جو اسے پہچان سکی اس کی بارعب شخصیت سے متاثر ہوکر دوطرف چھٹ گئی۔

"فرمایئے، میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔" عنایت نے ادب سے پوچھا۔

"آپ کے پاس فلسفہ سائنس پر کچھ پرانی کتابیں بھی ہوں گی؟"

"جی ہاں، بلکہ بعض بہت اچھی کتابیں بھی ہیں۔"

"ان کی فہرست اگر ہو تو مجھے دے دیجیے۔"

"ابھی لیجیے۔" عنایت یہ کہتے ہوئے پرانی کتب کا رجسٹر اس کے سامنے کردیا اور خان اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

بالے بڑی شدت سے بور ہو رہا تھا۔ "آپ کے پاس مرغی خانہ باتصویر ہے؟" اس نے عنایت سے پوچھا۔

"جی نہیں تو، کارخانہ صابن سازی وہ ہوگا۔" عنایت نے سادگی سے جواب دیا۔

"کیوں؟" خان نے نظریں اٹھا کر بالے سے سوال کیا۔

"دھندھے کی تلاش۔"

لیکن عنایت نے اس کی گفتگو سنے بغیر کتاب نکال کر بالے کے سامنے رکھ دی۔ "لو، کارخانہ کھولنے کے لیے ہے۔" عنایت نے بتایا۔

لیکن خان بالے کو گھورنے لگا۔ "تو پھر کارخانہ بند کرنے والی دے دیجیے۔" بالے نے خان کی طرف دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا، اور دیر بعد سادہ لوح عنایت اس مذاق کو سمجھ سکا اور ہنس کر خاموش ہو رہا۔

تقریباً دس منٹ کی محنت کے بعد خان نے ایک کتاب پر سرخ پنسل سے نشان دیتے ہوئے رجسٹر عنایت کے حوالے کردیا۔

"یہ کتاب چاہیے۔" خان نے کہا۔

"عقل ودانش۔" عنایت نے دہرایا اور کسی سوچ میں پڑھ گیا۔

"ہاں، ڈاکٹر جوزبریر کا اردو ترجمہ، عثمانیہ یونیورسٹی کا شائع کردہ۔"

"اس کی صرف ایک ہی کاپی ہوگی اور شاید اس میں کے کچھ اوراق کم ہیں۔"

"نکالیے، ممکن ہے اتنی ہی کافی ہو۔" خان نے کہا۔

اور عنایت کتاب الماریوں میں تلاش کرنے لگا۔ کتاب اس نے سائنس کے ایک غریب طالب علم سے معمولی قیمت میں خریدی تھی، لیکن تب سے آج تک نہ تو ریڈرا سے لے گیا نہ آج تک اسے باہر نکالنے کی نوبت پیش آئی۔ بہر حال چند منٹوں کی جدوجہد میں وہ کتاب مل ہی گئی اور خان نے اسے قیمتاً خرید لیا۔

☆☆☆☆☆☆

لائبریری سے واپسی پر خان نے بالے کو بدلٹن اسکوائر پر ہی چھوڑ دیا تاکہ وہ بڑھیا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ "آپ گھر ہی جائیں گے نا؟" بالے نے کار سے اترتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

"شاید، لیکن گاڑی پھر بھی نہ ملے گی تمہیں۔"

"میں آج کل بہت غریب ہو رہا ہوں، پچھلے ہفتے ہی ایک جیب کترے نے پوری تنخواہ صاف کر دی تھی۔"

"تو پیدل جاؤ۔"

"آپ کی بدنامی ہوگی، سپرنٹنڈنٹ خان کا اسسٹنٹ اور..."

"عقل سے پیدل۔" یہ کہتے ہوئے خان نے کار آگے بڑھا دی۔

"میں قیامت کے دن ٹیکسی کے سارے بل آپ سے وصول کرلوں گا۔" بالے کہتا

ہی رہ گیا۔

وہ بہر حال اس وقت دس بیس روپے ٹیکسی پر فضول خرچ کرنے کے موڈ میں نہ تھا، اس لیے اگلے موڑ پر بس اسٹینڈ کے کیو میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اسے شاید معلوم نہ تھا کہ اس روٹ کی بس کافی وقفے سے آیا کرتی ہے۔ پھر اسے خیال آیا شوکت کے آفس کا بھی یہی راستہ ہے اور ممکن ہے وہی ادھر سے گزرے، کیوں کہ آفس کا وقت ہو چکا تھا۔ اس کا خیال صحیح نکلا، دس منٹ کے بعد ہی اسے شوکت کی کار نظر آ گئی۔ شوکت بھی آج موڈ میں تھا۔ اس نے بالے کو دیکھتے ہی کار روک لی، لیکن اس سے پہلے کہ شوکت وہیں سے چیخے، وہ خود ہی قریب آ گیا۔

"چوں، خاں بالے بھائی۔ آج تم بس کے انتظار میں کیوں ہو؟"

"مصلحت۔" بالے نے مختصر سا جواب دیا۔

"ارے بھوت دیکھی مصالحت مصارفت، وہ کھڑی ہے نا سالی، کیو میں اسی کے چکر میں ہو گے۔" شوکت نے کیو میں کھڑی ہوئی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا، جو واقعی بالے کو گھور رہی تھی۔ بالے کوئی جواب دیے بغیر کار کا دروازہ کھول کر شوکت کے پاس والی نشست پر بیٹھ گیا، لیکن شوکت کی نظر اس لڑکی پر ہی تھی۔

"ادھر کائے دیکھے گی، سالی۔ ہم تو جیسے مر گئے ہیں۔"

"مرے نہیں تو مر جاؤ گے۔ چلو گاڑی بڑھاؤ۔"

"مین کائے مروں تم خد، کالی زبان۔" شوکت کار بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ابے میں اس لڑکی پر مرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تو مرے مرائے نہیں کسی اور پہ۔"

"کون ہے وہ بد بخت؟"

"بد بخت تم خد، بلکہ کم بخت، وہ کائے کو۔"

"ابے دماغ خراب ہوا ہے کیا؟"

"کاے کو نہیں ہوگا، کوئی تمہاری محبوبا کو ایسا بولے تو؟"

"تو میں اس کے دونوں کے بیچ میں سر کر دوں گا۔"

"تو پھر میں بھی وہی کروں گا۔

"مگر میرے تو کانوں کے بیچ میں ہی سر ہے۔"

"نہیں واہ، یہ کیا بات ہوئی۔"

"خود دیکھ لو۔"

"ہاں، ہے تو۔" شوکت اس کے سر کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولا۔

"خیر پھر کبھی۔"

"اچھا تمہارے اس رومانس کا کیا ہوا؟"

"کاے کو بتاؤں تمہیں، کوئی وہ سمجھا ہے یا نی کہ باز جی۔"

"یہ کیا بلا ہوئی؟"

"ارے وہ صادق ڈاکٹر کا چھومنتر والا۔" یہ کہتے کہتے شوکت خود زور سے ہنس پڑا۔

"سالا۔"

"کیا بدھو ہوتا ہے۔"

"ٹو مچھرا۔"

"تم آج کل بکواس بہت کرنے لگے ہو۔"

"تم خد ہو گے بکواس، میاں خان، وہ تو دعا دو خان صاحب کو کہ ڈ کٹیو بنا دیا ورنہ کوئی اصطبل میں نہیں باندھتا۔"

"رہے خر بھیجے۔"

"ہاں جاؤ، تم کو کیا، یانی کہ کیا؟"

"مجھے تر کیم روڈ پہنچا دو، پھر میری بلا سے جہنم میں جاؤ۔"

"ارے ہاں، نیکی بھی کرو اور جہنم میں بھی جاؤ، جاؤ تم خدا اور پولیس والے تو سارے جائیں گے ای ویٔیں۔"

بالے اسے کافی چھیڑ چکا تھا، اس لیے اس نے گفتگو کا رخ دوسری طرف گھما دیا۔ وہ پھر لڑکیوں کی باتیں کرنے لگے۔ ہوٹلوں اور کلبوں والی سوسائٹی گرلز کی شریف اور باوفا لڑکیوں کی اور شوکت کو یہی شکایت رہی کہ آج تک اس سے کسی شریف اور وفادار لڑکی نے موجت نہیں کی۔ جتنی ملیں سالیئیں چار سو بیس ملیں۔

مگر وہ کہہ رہا تھا۔ "اب کی بار جو ملی ہے وہ تو جان دیتی ہے، لیکن تمہیں بتاؤں گا نہیں کہ کون ہے، نہیں تو کیا بھروسہ۔" بہر حال شوکت اسے تریکم روڈ تک پہنچا کر لوٹ آیا۔

بالے سہ پہر کو واپس لوٹا۔ آفس میں اسے معلوم ہوا کہ خان دوپہر سے ہی جا چکا ہے۔

جب ڈیسوزا نے ہی اسے بتایا کہ خاں صاحب ٹیلی فون پر اطلاع پاتے ہی چلے گئے تھے اور تمہارے لیے ہدایت چھوڑ گئے ہیں کہ گھر پر انتظار کرو۔ ڈیسوزا نے صرف اتنا ہی انکشاف کیا کہ برجیٹھیا کی لاش اتنی خراب حالت میں ملی تھی جیسے دو پاٹوں کے درمیان کچلی گئی ہو۔ اسے مشکل سے شناخت کیا جا سکا ہے۔ مگر گھر پہنچنے پر بالے کو معلوم ہوا کہ خاں اپنے ریڈنگ روم میں موجود ہے۔

بالے کو ریڈنگ روم میں داخل ہوتے ہی خان۔ "بیٹھو۔" کہتا ہوا دوسرے چھوٹے کمرے میں چلا گیا اور بالے جھک کر میز پر پڑی اس کتاب کو دیکھنے لگا جو خان 'اپنی لائبریری' سے لایا تھا۔

اس کے کھلے ہوئے صفحے پر خان نے سرخ پنسل سے ایک جگہ نشان لگا دیا تھا۔ اس پیراگراف میں جو عبارت لکھی تھی وہ اتنی عجیب تھی کہ بالے کے پلے نہیں پڑی۔ اس میں لکھا تھا، 'ایک اور تجربہ برنارڈ نے ۱۹۵۱ء میں ایک کرائے کے آدمی پر کیا تھا، اور وہ کسی قدر کامیاب تو رہا لیکن اس وقت بھی یہ محسوس کیا گیا کہ معمول کی ذہنی قوت مدافعہ اگر طاقتور ہو تو اس کمانڈ کو رد بھی

کر دیتی ہے۔ مگر اس کی بہ نسبت زبان ہلائے بغیر اس کے ذریعے دو آدمیوں کے مابین تبادلۂ خیالات کا تجربہ زیادہ کامیاب رہا۔ ڈاکٹر نے اپنی تجربہ گاہ سے ان برقیائی ہوئی مقناطیسی لہروں پر ایک میل دور اپنے دوست کرنل رونالڈ کو جو پیغام بھیجا تھا وہ کھانے پر بیٹھے ہوئے کرنل کو مل گیا۔ یہ پیغام شامہ کے ذریعے کرنل کے دماغ کے ان شیلز نے قبول کیا تھا جو محسوسات کو جذب کرتے ہیں اور جن سے قوت متحارک کے ذہنی خانے وابستہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی یہ دقت رہی کہ کرنل اس پیغام کو صرف وصول کر سکے۔ ان کے ذہن کے جواب کو واپس ڈاکٹر برنارڈ تک پہنچانے کے لیے ان کے پاس برقیائی ہوئی مقناطیسی لہروں کی مینٹل فریکوئنسیز (mental frequencies) کو ایک مقرر سطح تک فضا میں اچھال دینے کا ویسا کوئی ذریعہ نہ تھا جو کہ ڈاکٹر برنارڈ کے پاس تھا۔ کیوں کہ ڈاکٹر برنارڈ ہی اس کے موجد تھے۔ اس قدر پڑھ کر بالے کی کھوپڑی بے کار ہو گئی۔ اسے اول تو سائنس سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور ہو بھی تو وہ اس موضوع سے متعلق کسی قسم کی معلومات نہیں رکھتا تھا۔ خان جب باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں ڈبہ تھا اور ایک تانبے کی تقریباً پانچ فٹ لمبی راڈ۔ اس نے انہیں میز پر رکھ کر جیبیں ٹٹولیں، لیکن شاید مطلوبہ شے اسے نہیں ملی۔

"تمہارے پاس تانبے کا پیسہ ہے کوئی، بڈا۔" اس نے بالے سے پوچھا۔

"شاید ہی ہو۔ لیکن ایک پیسہ کیا کیجیے گا؟" بالے نے اپنی جیب ٹٹولتے ہوئے کہا۔

اور اتفاق سے جیب میں پڑی ہوئی پنچ میں ایسے دو پیسے نکل آئے، جو اس نے میز پر رکھ دیے۔

خان نے ڈبہ کھولا اس میں کتھئی رنگ کے چھوٹے چھوٹے کئی پتھروں جیسے ٹکڑے رکھے تھے، پتھر کی بانسبت نرم معلوم ہوتے تھے۔ پھر خان نے ایک ٹکڑے کو ٹیسٹ کرنے کے لیے اس کا ذرا سا چورا ایک پیسے کے اوپر رکھ دیا اور اس ٹکڑے کو پیسے کے نیچے ادھر ادھر ہلانا شروع کیا۔ بالے نے دیکھا کہ پیسے کے اوپر پڑا ہوا چورا بھی آپ ہی آپ اسی طرح ادھر سے ادھر حرکت کر رہا ہے۔

"تو مقناطیس ہے یہ۔" بالے نے ایک ٹکڑا ہاتھ میں اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شعبدے تو بچپن میں بہت دیکھے ہیں۔"

"بیٹے، یہ شعبدے ہی آگے چل کر بڑی بڑی ایجادوں کا سبب بنتے ہیں۔ تمام بڑے بڑے سائنس دان شعبدوں سے ہی شروع ہوئے تھے۔"

"شروع تو آپ بھی ہو چکے ہیں، خدا انجام بخیر کرے۔"

لیکن خان نے اس کی ان سنی کر دی۔ وہ اب اس راڈ کے دوسرے سرے پر مقناطیس کا چورا رکھ کر نچلے سرے پر ٹکڑے کو حرکت دیتے ہوئے وہی عمل کر رہا تھا۔ لیکن اتنے سے مقناطیس کی قوت تانبے کا پانچ فٹ کا ٹھوس فاصلہ نہ طے کر سکی۔ یہ دیکھ کر خان نے پلگ میں لگا ہوا ایک الیکٹرک وائر اس راڈ سے منسلک کر دیا اور دوبارہ وہی عمل کیا۔ اس بار مقناطیسی اثر برقیائے جانے کے بعد ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑی تیزی سے کام کرنے لگا۔

"کوئی خاص کارنامہ نہیں، اتنا تو میں بھی کر لیتا۔" بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اور اگر اس پانچ فٹ کی راڈ کو اگر سو فٹ کے کھمبے میں تبدیل کر دیا جائے تو۔"

خان بولا۔

"تو آپ کا مقناطیس سو فٹ اوپر جا کر کتھک ڈانس پیش کرے گا۔"

"خیر کچھ تو سمجھے۔"

"میں خاک نہیں سمجھا۔ آخر ان شعبدوں سے فائدہ؟"

"بہت کچھ۔ مقناطیس کی ٹھوس حیثیت کو برقی قوت کے ذریعے سیال لہروں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"اور اس کے بعد؟"

"اس کے بعد ان کی قوت کو مختلف مدارج میں تقسیم کر کے ریڈیائی لہروں کے ساتھ کہیں بھی بھیجا جا سکتا ہے۔"

"پھر یہ لہریں کیا تیر ماریں گی؟"

"برخوردار، انسا کا دماغ میں انجذاب ونشر کے خانوں میں، جنہیں ہم حافظ تحریک کہہ سکتے ہیں، مقناطیسی و برقی اثر رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی بہت ماہر قسم کا سائنس دان اس اثر کے مختلف فریکوئنسیز معلوم کر لے تو وہ بآسانی دور بیٹھ کر اپنے خیالات یا اپنے الفاظ ان کے ذریعے دوسرے دماغوں تک پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر وہ اس کی مدد سے دوسروں کے دماغوں تک اپنا پیغام پہنچا کر ان کی قوت مدافعہ یا قوت امتیاز کو معطل کر دے تو..."

"تو آدمی کو آگرہ یا بریلی کا ٹکٹ کٹانا پڑے گا۔"

"تم نہیں سمجھو گے یہ تھیوری، برخوردار، بلکہ میرا خیال ہے کہ اسے ہمارے بہت سے سائنس دان بھی نہ سمجھ سکیں گے۔"

"لیکن اس سے ہو گا کیا؟"

"لیکن کوینڈا والے واقعات بھول گئے تم؟"

"تو کیا وہ... یعنی کہ وہ پکار... لاحول ولاقوۃ۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟"

"سائنس کے اس دور میں بہت سی ناممکن باتیں ممکن ہوتی جا رہی ہیں اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ لیکن ابھی میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تین دن میں میرا تجربہ مکمل ہو گا تو سب معلوم ہو جائے گا۔"

"آپ خود کریں گے؟" بالے نے پوچھا۔

"نہیں، میں ڈاکٹر سید کے تعاون سے کر رہا ہوں۔"

"خوب رہے گی یہ بھی، ایک سید ایک پٹھان۔"

"پھر بکواس، پہلے بتاؤ کیا کر کے آئے ہو تم؟" خان نے پوچھا۔

"باقی تمام باتیں بے کار اور اس کی عام زندگی سے متعلق تھیں، لیکن ایک کام کی بات معلوم ہوئی ہے۔"

"کیا؟"

"یعنی کہ وہ مر گیا۔"

"کھوپڑی چٹکا دوں گا ابھی۔"

"تو سنیئے، برجیٹھیا اور رسیک لال پچھلے کئی دنوں سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ برجیٹھیا کے خاص منیم کا بیان ہے کہ رسیک لال اور وہ جب ایک ساتھ بیٹھتے تھے تو اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی تھی۔"

"بات ہے تو کام کی لیکن تفصیلات چاہئیں۔" خان نے کہا۔

"دوسری یہ کہ پانچ دن پہلے کمرے میں دونوں میں کچھ گرما گرمی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سے رسیک لال نہیں آیا وہاں۔"

"اور تیسری یہ کہ برجیٹھیا کو اس کوہندا کی آواز پر انٹشن بولنے والے دورے صرف دو دن پہلے پڑنا شروع ہوئے تھے۔ دو چار دن اور زندہ رہتا تو بے چارہ ککڑوں کوں بولنے لگتا۔"

"دورے کس قسم کے پڑتے تھے؟"

"بس بیٹھے بیٹھے سر کو تھوڑے وقفے سے جھٹکے دینے لگتا تھا۔ اس کے بعد پرسوں رات کو بھی اسے شدید قسم کا دورہ پڑا جب کہ 'میں آیا، میں آیا' چیختا ہوا کمرے سے نکل کر بھاگا، لیکن اس کے نوکروں نے اور اس کے بھتیجے نے اسے زبردستی پکڑ کر کمرے میں بند کر دیا تھا۔ بعد میں جب تک ڈاکٹر آیا اس کی حالت اعتدال پر آ چکی تھی۔"

"اور کچھ؟"

"اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"خیر، تمہیں معلوم ہوتیں، لیکن میں معلوم کر چکا ہوں کہ اس نے رسیک لال کی معرفت ایک گمنام کمپنی کے بہت سے شیئرز خرید رکھے تھے۔"

"گمنام کمپنی کے؟"

"ہاں، سلسلے کی کڑیاں بتارہی ہیں کہ پنجاب نیشنل بینک نے بھی اپنے کیشیئر رام سرن کی معرفت ایک ایکسپلوریشن اسکیم کے ڈیڑھ لاکھ کے شیئرز خریدے تھے اور اس اسکیم کا سربراہ دراصل ایک ایسے انگریز انجینئر کو بنایا گیا تھا جو پچھلے چار مہینوں سے لاپتہ ہے۔ان شیئرز کی دلالی بھی رسیک لال نے ہی کی تھی۔"

"تو گویا رام سرن اسی اسکیم کی بھینٹ چڑھ گیا۔"

"معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تو پھر معاملہ صاف ہے۔رسیک لال نے ہی اس انجینئر کو بھی ٹھکانے لگایا ہوگا اور رقم ساری اس کی جیب میں ہے۔"

"بہت تیز دوڑ رہے ہو، حالاں کہ تم اس کوہِ ندا اور لیلا کی روح والے پراسرار حالات کو بھول جاتے ہو۔کیا یہ ممکن نہیں کہ ایسا محض ان افراد کی موتوں کو کسی آسیب کا سبب قرار دے کر جرم کی شکل بدلنے کے لیے کیا گیا ہو؟"

"قرین قیاس کہیے۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوہِ ندا والا واقعہ کوئی اسٹنٹ نہیں اور یہ کام رسیک لال کے بس کا بھی نہیں۔"

"تو وہ کمپنی جس کی اسکیم کے شیئرز خریدے گئے تھے وہی رنگ ساز کمپنی نہ ہو؟"

"نہیں، اس کمپنی کا نام ایسٹرن کیمیکلز تھا اور جس نے حکومت سے ابلتے چشمے کے علاقے میں تیل کی تلاش کے لیے اجازت بھی طلب کی تھی۔اور اس رنگ ساز کمپنی کا نام کلیٹس پارکنس اینڈ سنز ہے۔اس کے منیجر کا بیان ہے کہ وہ خود رسیک لال کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا، لیکن کیوں کہ وہ کمپنی کو معقول بزنس لا کر دیتا ہے اس لیے اسے برداشت کیا جاتا رہا ہے۔"

"اتنا سب کچھ ہو کر بھی چیچ پوائنٹ کی اس چٹان والی روح اور روح قبض کرنے کے لیے بلانے والی اس پہاڑی کا راز ایک انچ حل نہیں ہوا ہے۔"

"درخت کی نوعیت اس کے سے پہنچائی جاتی ہے، برخوردار۔ میں دو دن کے اندر اندر ان تمام شعبدہ بازیوں کا تختہ الٹ دوں گا۔"

"خدا آپ کی قوت میں بازو عطا فرمائے، میرا مطلب ہے کہ..."

"آج تم سر شام سے ہی شوکت کے پیچھے لگے رہو گے۔"

"کمال ہے۔ آپ اس اللہ میاں کے بیل کو بھی شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔"

"میں جس قدر کہہ رہا ہوں بس اتنا ہی سمجھو۔ اور ہاں اسے یہ بھی محسوس نہ ہونا چاہیے کہ کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"چلیے، میں الّو کی دم فاختہ، مگر آپ مجھے اس کا سبب نہیں بتائیں گے تو میں اشفل ٹاور سے کود کر خودکشی کر لوں گا۔"

"جو رسیک لال برجٹھیا اور رام سرن جیسے لوگوں کو نچا سکتا تھا، کیا شوکت جیسے گاؤدی کو بے وقوف بنانا اس کے لیے کوئی مشکل کام رہا ہو گا۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ شوکت نے شیئرز..."

"ہاں، لیکن وہ تمھیں بتائے گا نہیں، کیوں کہ اول تو اس میں وہ پیسہ لگایا ہے جو بلیک منی کہلاتا ہے، دوسرے پہلے ہی اس سے یہ شرط تسلیم کرالی گئی تھی کہ تاوقتیکہ وہ اس اسکیم کی مدد سے کروڑ پتی بن جائے، کسی سے اس کا ذکر نہیں کرے گا، ورنہ اسے سنڈیکیٹ سے نکال دیا جائے گا۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے اسی دن شبہ ہو گیا تھا جب تم نے اسے بتایا تھا کہ کیفے الگوزا سے نیرو نامی کوئی لڑکی اسے ساتھ لے گئی تھی۔ اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ نیرو اور ریتا دونوں رسیک لال کے

لیے کام کررہی تھیں۔لیکن انہیں صرف اس قدر کام سپرد کیا تھا کہ وہ مطلب کے آدمیوں کو پھانس کر پیچ پوائنٹ پر شام کے دھند ھلکے میں لے جائیں اوران سے اظہارِ محبت کریں۔رسیک لال بھی ایسے موقعوں پر وہیں پہنچ جاتا تھااور وہ لڑکیاں اسے دیکھ کر بہت زیادہ مرعوبیت کا اظہار کرتیں،جس کے نتیجے میں قدرتی طور پر ان کے ساتھیوں کواس کی شخصیت جاننے کا شوق پیدا ہوتا اورانہیں بتایا جاتا کہ وہ بلیک منی کا بادشاہ ہے۔اس کے پاس ایسے دھندے ہیں جن سے آدمی چپکے ہی چپکے کروڑ پتی بن جاتا ہے۔"

"تو بیٹا شوکت بھی کروڑ پتی بننے کے خواب دیکھ رہے تھے؟"

"دولت کی لالچ کسے نہیں ہوتی۔"

"کم ازکم میں ہی ایک ایسا صوفی منش واقع ہوا ہوں۔"

"انگور کھٹے والی مثال ہے۔بہر حال میں نے نیرو کو قابو میں کرکے اس سے یہ حالات معلوم کرلیے اور تب سے شوکت کی باقاعدہ نگرانی کی جارہی ہے۔"

"لیکن شہزادا اس نے خرید ے اس کا علم کیسے ہوا آپ کو؟"بالے نے سوال کیا۔

"تم نے شوکت سے ہی سنا ہوگا کہ آج کل حسین لڑکیاں اس پر بہت مرنے لگی ہیں،بس ایسی ہی ایک لڑکی نے اسے تھوڑی سی پلا کر سب کچھ معلوم کرلیا۔"

"اب آپ لڑکیوں کا بھی سہارا لینے لگے ہیں۔"

"تمہیں ہی شرم آنی چاہیے۔"

"چلیے آ گئی،لیکن اس قتالہ عالم میکی کا کیا ہوا؟"

"وہ دونوں ابھی تک لاپتہ ہیں۔مسز ڈیلانی کو آخری بار رپارکنس کے کارخانے سے نکلتے دیکھا گیا تھا۔لیکن نگرانی کرنے والے کانسٹیبل کی غفلت سے وہ غائب ہونے میں کامیاب ہوگئی۔"

"تو یہ کوئی باقاعدہ گروہ ہے۔"

"بہت دیر میں سمجھے۔"

"بزرگوں کا قول ہے، دیر آید درست آید۔"

"بک چلے، بس۔"

"لیکن وہ روح والا معاملہ؟"

"وہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"تو آپ اس ایسٹرن کیمیکلز کمپنی کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کرتے؟"

"پنجاب نیشنل بینک سے وہ تمام شیئرز سرٹیفکیٹ اور ان سے متعلق کاغذات اسی دن غائب ہو چکے ہیں جس دن رام سرن دو تین گھنٹوں کے لیے ڈیوٹی پر آنے کے بعد دوبارہ غائب ہوا تھا اور دوسری صبح اس کی لاش پائی گئی تھی۔ اس لیے بینک تو کوئی با قاعدہ کاروائی کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے پاس ثبوت ہی کیا ہے۔"

"اور ہم بھی نہیں کر سکتے؟"

"ہم بھی اگر چہ کوئی قابلِ تسلیم ثبوت نہیں رکھتے، لیکن اگر غیر ملکیوں کا معاملہ نہ ہوتا تو ان کے خلاف اب تک کوئی اقدام ضرور کیا جا چکا ہوتا۔"

"رام سرن اور بدھیا کی لاشیں؟"

"کون کہہ سکتا ہے کہ انہیں کس نے کس طرح اور کب قتل کیا ہے تا وقتیکہ ہم اس کوہِ ندا اور لیلا کی بھٹکتی روح کا راز منکشف نہ کر دیں۔"

"بڑا الجھا ہوا کیس ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی اس پراسرار گروہ کے اور بھی شکار ہوں گے جن کے بارے میں ہم معلومات حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ یہ شیئرز انکم ٹیکس نہ ادا کرنے والے ان چور سرمایہ داروں نے بھی خریدے ہوں گے جو اپنی کالی دولت پر پردہ ڈالے رہنے کے لیے اس کا انکشاف نہیں کرتے۔"

"پھر بینک کو کیوں گھسیٹ لائے وہ درمیان میں؟" بالے نے پوچھا۔

"اس کے بغیر دوسروں کو اسکیم کے ٹھوس اور قابل اعتماد ہونے کا یقین نہ دلایا جا سکتا اور بینک کو کیوں کہ اپنے کیشیئر رام سرن پر پورا بھروسہ تھا اس لیے اس نے اس کی معرفت شیئرز خرید لیے۔"

"مگر ایسٹرن کیمیکلز کے خلاف تحقیقات تو کی جا سکتی ہے؟"

"اب اس کا وجود بھی نہیں رہا، بیٹے۔ اس یوروپین انجینئر کی گم شدگی کے ساتھ وہ بھی ختم ہو گئی اور رسیک لال بھی غائب۔"

"تو شاید بھانڈا پھوٹ جانے کے ڈر سے ہی اس کے حصہ داروں کو ختم کیا جا رہا ہوگا؟"

"یہ بات تم پہلے بھی سمجھ سکتے تھے۔"

"مگر وہ لوگ تو نہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم اس طرح سوچ رہے ہیں؟"

"وہ اپنے طریقِ کار پر مطمئن ہیں۔ ان کیسوں کو آسیبی رنگ دے کر انہوں نے گویا اپنا دامن بچا لیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب اپنے روپوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے ہی نہ رہیں گے تو ان کا بھانڈا کون پھوڑے گا؟"

"بھانڈا تو پھوٹ ہی چکا ہے۔"

"یعنی رسیک لال؟" خان مسکرایا۔ "نہیں، برخوردار۔ یہ الجبرے کا سوال نہیں کہ مائینس پلس مائینس کرلو۔ ان حالات کی پشت پر کوئی اور ہی طاقت ہے۔"

"تو پھر مائینس مائینس پلس کر لیجیے۔"

"ایک مسئلہ تو یہ کہ وہ انجینئر کون تھا؟ اور کیوں تھا؟ پھر کہاں گیا؟ اور دوسرا سوال یہ کہ رسیک لال ان ختم شدہ لوگوں کے درمیان کس شخصیت یا گروہ کی دلالی کر رہا تھا؟"

"وہ انجینئر، رسیک لال کا کوئی پٹھو یا شریک کار بھی تو ہو سکتا ہے؟"

"اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی آڑ میں رسیک لال نے اپنا کام بنا کر اسے ختم کر دیا ہو۔لیکن اگر تم آج یا کل میں دوسروں کی طرح رسیک لال کی لاش بھی کہیں پڑی دیکھو تو؟"

"تو میں اپنا سر پیٹ لوں گا۔"

"کیوں؟ کوئی نازک رشتہ ہے کیا؟"

"لاحول ولاقوۃ، میں تو آپ کی پیشین گوئی کا ماتم کر رہا تھا۔"

"اور کل اپنی سمجھ کا ماتم کرنا۔خیر، اب تم جاسکتے ہو مجھے دوسرے بھی کام ہیں۔" یہ کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"گاڑی لے جاؤں؟"

"آں... ہاں...لیکن زیادہ بہتر ہوگا کہ اپنی موٹر بائیک لے جاؤ، اس میں سائلنسر بھی لگا ہے۔"

"ہائے پھر وہی پھٹ پھٹی۔" بالے دونوں ہاتھ جھلاتا ہوا باہر نکلا ہی تھا کہ خان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔خان نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہلو، جی ہاں، میں ہی بول رہا ہوں۔"

"میں ڈاکٹر سید۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔"بھئی، وہ ابلتے چشمے کا پانی جو آپ دے گئے تھے میں نے کئی طریقوں سے ٹیسٹ کیا، میری رائے ہے کہ اس میں تیل کی آمیزش قدرتی نہیں بلکہ مشینی ہے۔کسی معمولی بھٹی کے ذریعے بھی دونوں کی بھاپوں کو تحلیل کر کے دوبارہ ٹھنڈا کر دینے سے یہی رزلٹ آتا ہے۔اور یہ تیل تو گھٹیا قسم کا پاورین ہے، صرف اس کی بو تبدیل کر دی گئی ہے۔" ڈاکٹر سید نے بتایا۔

"مجھے بھی یہی شک تھا کہ یہ آمیزش نقلی ہے، اور اب سا کا سبب بھی سمجھ میں آگیا ہے۔" خان نے کہا۔

"کیا؟"

"لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اس بات کا ثبوت کہ اس جگہ زمین کی گہرائی میں تیل موجود ہے۔ڈاکٹر فراڈ سے لاکھوں کی رقمیں ہضم کی ہیں۔"

"اچھا!" ڈاکٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"میں بہت جلد اس پراسرار کیس کو منظر عام پر لے آؤں گا، لیکن اس الیکٹرو میکنیٹک مینٹل ٹیلی پیتھی کا تجربہ ہم کب کر رہے ہیں؟"

"میں اس برقیائی ہوئی مقناطیسی قوت کو مدارج (frequencies) میں تقسیم کر رہا ہوں۔ہم ممکن ہے کل ہی اس کا تجربہ کر سکیں۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"او کے، میں کل دوپہر کو پہنچ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر خان نے ریسیور رکھ دیا اور مقناطیس کے ٹکڑوں سے کھیلنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

ڈرائیور بالجبر

خان کی ہدایت کے مطابق شوکت کی نگرانی کے لیے بالے کو میک اپ کرنا پڑا۔
شوکت نے اس بار بالے سے بھی اس قدر راز داری برتی تھی کہ اگر خان اسے ان شیئرز کی خریداری کے بارے میں نہ بتاتا تو بالے کو اس کا علم ہی نہ ہوتا۔ ویسے اگر اس میں ایک خوب صورت لڑکی کا دخل نہ ہوتا تو شوکت بالے سے چھپاتا بھی نہیں۔ بالے نے اس وقت شوکت کے ڈرائیور کا میک اپ کر رکھا تھا اور ڈرائیور اسے صاحب لوگوں کا مذاق سمجھ کر دس روپے کا انعام لے کر گھر جا چکا تھا۔ ویسے بھی اس کے ڈیوٹی دینے کی نوبت اتفاق سے ہی آتی، کیوں کہ شوکت زیادہ تر اپنی کار خود ہی ڈرائیو کیا کرتا تھا۔ ڈرائیور کیوں کہ باہر گیرج میں ہی رہتا تھا، اس لیے شوکت کے نوکروں سے بھی اس کا سامنا نہیں ہوا۔

رات کو سات بجے شوکت نے اندر سے کہلایا کہ گاڑی نکالی جائے اور خود گھر سے آٹھ بجے باہر نکلا۔ یہ ایک گھنٹہ غالباً اس نے میک اپ پر صرف کیا تھا۔ آج وہ زیادہ حسین نظر آنے کی کوشش میں پورا جوکر نظر آ رہا تھا۔ پاؤڈر سے چہرہ سفید ہو کر باقی جسم کی رنگت سے الگ ہو گیا تھا۔ بالوں کی بناوٹ سے بیس سال پہلے کے فلمی ہیرو ماسٹر نثار کی نقل ظاہر ہو رہی تھی۔ اور اس کا گرم سلیٹیا سوٹ بدرالدین کے سویٹ ڈریم اور فیری بوکیٹ جیسے عطریات کی مشترک خوشبو سے اس قدر مہک رہا تھا کہ سونگھنے والے کو غش آ جائے۔ شاید اس نے لیونڈر کا استعمال بڑی فراخ دلی سے کیا تھا۔ بالے پہلے ہی سے کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، شوکت اسے ڈرائیور سمجھ کر بھڑک اٹھا۔

"ابے اتر و ہاں سے، چڑی کے غلام، لاٹ صاحب۔" لیکن بالے اترا نہیں۔

"آج میں کار چلاؤں گا، صاب۔" بالے نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"اے لو، سالے مان نہ مان، تو میرا اباوا جان، ابے اترو۔" شوکت حلق پھاڑ کر چلایا۔

"نہیں، صاب۔ آج تو میں ہی چلاؤں گا آپ کی گاڑی۔"

"ہائیں، ابے دماغ خراب ہوگا ہے کیا؟" شوکت اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"صاب، میں آپ کو کون؟" بالے نے معصومیت سے پوچھا۔

"تو میرا باپ ہے، بول پھر؟" شوکت کو اور تاؤ آ گیا۔

"نہیں صاحب، میں آپ کا ڈرائیور ہوں۔"

"اور لو، بڑی خاص بات کئی ہے آپ نے۔ ابے چڑھا کے آیا ہے کیا آج؟"

"نہیں صاحب، میں آپ کو گاڑی پر چڑھا کر لے جاؤں گا۔ میں آپ کا ڈرائیور ہوں۔"

"شاٹ اپ۔" شوکت پھر چیک کر دھاڑا۔ "تم سالے ڈرائیور نہیں ہو، ڈیلسمس۔"

"مگر میں ڈرائیور، صاحب۔"

"ابے واہ بے، اترو گاڑی سے، تمہاری تو وہیانی کی ایسی تیسی۔"

"نہیں صاحب، میں بیٹھے بیٹھے کی ہڑتال کروں گا۔ میں حرام کی پگار نہیں چاہتا۔ آپ مجھے نوکر رکھ کر گاڑی خود چلاتے ہیں، میں یہ کیسے دیکھ سکتا ہوں۔" بالے نے اسے اور پٹایا۔

"نہیں دیکھ سکتے تو پھوڑ لو اپنی، سالے۔ ابے او شمو، لا میری بندوق۔ میں اس کے کانوں کے بیچ میں سر کروں گا۔" شوکت نے بالے کا جملہ یاد کرتے ہوئے اسے دھمکی دی۔

"صاحب، آپ کسی بڑی جگہ جا رہے ہیں نا؟"

"ہاں، تو پھر؟ تمہارے باپ کا اجارہ، ہم کہیں بھی جا رہے ہیں۔ جہنم میں جا رہے

ہیں، جاؤ، سالے۔"

"صاحب، آپ جیسے لوگوں کو تو جہنم میں بھی شان سے جانا چاہیے۔"

"کاے کو؟"

"صاحب، بڑے لوگ اپنی گاڑی خود کہاں چلاتے ہیں، ان کے نوکر چلاتے ہیں۔ آپ کو گاڑی خود چلاتے دیکھ کر لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ آپ بہت کنجوس ہیں۔"

"چاپ راؤ، سالے۔ کنجوس تم خود، تمہارا باپ اور اس کا بھی باپ۔"

"میں تو لوگوں کا کہہ رہا ہوں، صاحب۔ آپ خود ہی سوچیے وہ یہی کہتے ہوں گے کہ ڈرائیور نہیں رکھتے ہنا، خود چلاتے ہیں۔"

"کاے کو کہتے ہوں گے۔" شوکت کسی قدر نرم پڑتے ہوئے بولا اور پھر سوچ میں پڑ گیا۔

"ہاں، صاحب۔ کل مجھ سے ایک مس صاحبہ کہہ رہی تھیں تمہارا صاحب ہے تو بہت عمدہ مگر کنجوس مالوم ہوتا ہے۔ پٹرول بچانے کے لیے اپنی گاڑی خود چلاتا ہے۔"

"نا ئیں بے، کون تھی وہ؟"

"صاب، اس نے آپ کو الکوزا میں دیکھا تھا، صاحب۔ کہہ رہی تھی ایسے سے محبت بھی کون کرے، ناپ تول کے کھانے کو دے گا۔"

"موجت؟ کون تھی بے وہ؟" شوکت نے آنکھیں مچکا کر پوچھا۔

"بھوت اچھی تھی، صاحب۔ بالکل جیسے قاف کی پری۔"

"ارے نہیں۔"

"سچ کہہ رہا ہوں، صاحب۔ آپ کو دیکھ کے اتنی لمبی آہ کھینچی تھی کہ میز پر رکھا ہوا پیپر ویٹ اس کے حلق میں چلا گیا تھا۔ صاحب، ایک بات کہوں؟"

"ہاں بول۔" شوکت اس پر بگڑنے کی بجائے کار کی کھڑکی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"صاحب، آج کل بھوت چھوکرئیں مرنے لگی ہیں آپ پہ۔اللہ جانے کیا بات ہے۔" وہ رازدارانہ لہجے میں بولا اوراس جملے پرشوکت تمغی مرغے کی طرح اکڑ گیا۔

"تو کائے کو جلتا ہے، تجھے بھی اللہ دے گا کوئی۔اچھا چل، چلا گاڑی۔" یہ کہتے ہوئے وہ کار میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کدھر چلوں، صاحب؟"

"وہ کیا نام ہے کہ، بیچ پوائنٹ۔" شوکت نے انگلش تلفظ کے ساتھ کہا۔ "مگر دیکھو بے، جاں بولوں وئیں کھڑے رہنا، ایک انچ ادھر اور گئے تو گولی مار کے نکال دوں گا نوکری سے۔"

"نئیں، صاحب۔آپ کا حکم کیسے ٹال سکتا ہوں بھلا۔"

"شاباش، اچھا اب تیز بھگاؤ گاڑی۔"

"لو صاحب۔" بالے نے گاڑی کی رفتار اکدم تیز کردی۔

شوکت خاموش بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔شاید آئندہ ملاقات کے بارے میں۔اس کے لباس میں بسے ہوئے عطر کی تیز مہک بالے کا دماغ پھاڑے ڈال رہی تھی، لیکن شوکت پر اس کا اثر بھی نہ تھا۔

"صاحب، کوئی چھوکری کا معاملہ ہے کیا۔" راستے میں بالے نے پھر اسے چھیڑا۔

"چپ بے۔" شوکت نے اسے ڈانٹا۔ "آج تیرا بھیجہ پھر گیا ہے کیا؟"

"نہیں، صاحب۔میں تو اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ میں بہت دور ہوں۔"

"اے لو، اب پاس رہنے کو کس نے بولا تھا۔چپ بیٹھو۔"

پھر راستے بھر ان میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔شوکت کے گاؤدی پن کی یہ بھی انتہا تھی کہ اس قدر گفتگو ہونے کے باوجود اس نے ڈرائیور کی آواز میں تبدیلی کو محسوس نہیں کیا تھا۔شکل تو خیر اسے ویسے بھی نظر نہیں آتی تھی، اس کی طرف بالے کی پشت تھی، اور پھر بالے کا میک اپ

اس کے ڈرائیور سے ملتا جلتا تھا۔ بیچ پوائنٹ کے نشیبی حصے میں ہی بالے نے کار روک دی اور شوکت کار سے اتر گیا۔ چلتے چلتے اس نے پھر ایک بار بالے کو ڈرائیور سمجھ کر ہدایت کر دی۔

"دیکھ بے، گاڑی چھوڑی تو نوکری چھوڑی۔"

☆☆☆☆☆☆

بیچ پوائنٹ پر چٹانوں کے درمیان پہنچ کر شوکت کچھ چونک سا پڑا۔ رات کے اس ابتدائی وقت میں بھی اس ویران مقام پر ایک روح کو لرزا دینے والا سناٹا مسلط تھا۔ ابھرتے ہوئے چاندکی مدھم روشنی میں دور تک پھیلی ہوئی اونچی نیچی چٹانوں کے سائے بڑے خوف ناک معلوم ہو رہے تھے۔ شوکت کو ایسے میں دو سال قبل ہونے والی وہ قتل کی واردات یاد آ گئی جس کا ذکر اس نے نیرو سے ہی سنا تھا۔

اسے نیرو نے ہی یہاں ملاقات کے لیے بلایا تھا، لیکن یہاں تو اس وقت کسی ذی روح کا پتہ نہ تھا۔ اس ویرانے کی بھائیں بھائیں سے شوکت کو ایک عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا۔ وہ پلٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کہیں دور سے الو کی آواز نے اسے لرزا کر قدم بھاری کر دیے اور اس وقت اسے اپنے ڈرائیور کا ساتھ آ جانا بڑا غنیمت معلوم ہوا۔ وہ اسے آواز دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک مترنم سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اِدھر آ بے نا۔"

شوکت نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے دور ایک چٹان پر وہ بیٹھی نظر آئی اور فوراً اس خیال سے سے شوکت کو شرم بھی آئی اور جوش بھی کہ نیرو ایک لڑکی ہوتے ہوئے اس ویرانے میں بے خوف اس کا انتظار کر رہی ہے اور وہ، وہ ایک بھاری بھرکم مرد ہو کر بھی ڈر رہا تھا۔ اس نے منہ ہی منہ میں خود پر دو چار بار لعنت بھیجی اور اس چٹان کی طرف بڑھنے لگا، لیکن پہنچنے پر جیسے ہی اس لڑکی نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا شوکت کے فرشتے کوچ کر گئے۔ اس کی آنکھوں میں چکاچوند

سی ہو گئی۔اتنی خوب صورت لڑکی اور اس ویران مقام پر۔

"آ...آپ بھی کسی قا... یانی کہ انتظار کر رہی ہیں؟"شوکت نے ہمت کر کے پوچھا۔

لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکرائی۔شوکت کے لیے یہ مسکراہٹ جلا دو کا کھانڈا ثابت ہوئی۔وہ بے خودی کے عالم میں وہیں دو چار بار قتل ہو گیا۔

"بیٹھیے نا۔"لڑکی کی کھنکتی آواز پھر اس کے کانوں میں گونجی۔

"کون...؟میں...؟یانی کہ میں؟"شوکت نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں،کیوں نہیں؟باتیں ہی کریں گے۔"

"اے لو،کاہے کو نہیں،ضرور یانی کہ ضرور۔"وہ یہ کہتا ہوا ہچکچاہٹ کے ساتھ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"آپ ہرکولس ہیں نا؟"لڑکی نے ایک خاص ادا سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"کون پولس ہے...میں؟لاحول ولاقوۃ۔میں ایک شریف آدمی ہوں۔"شوکت نے جلدی سے جواب دیا۔

"ہرکولس،اب سے ڈھائی ہزار سال پہلے آپ کا ہی نام تھا۔مگر آپ کو پچھلے جنموں کی باتیں کہاں یاد ہوں گی اور اب تو آپ کا نام شوکت ہے،یہی ہے نا؟"

"ایں،آپ کو میرا نام بھی معلوم ہے؟"

"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔میں ڈھائی ہزار برس سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ہم پہلے ایمن میں ایک ساتھ پیدا ہوئے،کھیلے،کودے اور بڑے ہوئے تھے۔آپ نے اثاریہ کی لڑائی پر جاتے ہوئے واپس آ کر مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ارے نہیں،اللہ قسم میں تمھیں.."شوکت نے کہنا چاہا۔

"تو پھر کہہ دیجیے آپ کا نام شوکت نہیں۔"

"شوکت تو ہے۔"

"تو آپ پچھلے جنموں کی باتیں بھول گئے ہیں۔ حالاں کہ آپ اب تک چار دو رجن جنم لے چکے ہیں۔ خیر سب ہی بھول جاتے ہیں، مگر میں نہیں بھولی۔ میں آج تک آپ کا انتظار کر رہی تھی۔"

"کاہے کو؟" شوکت نے بیوقوفوں کی طرح اسے گھور کر پوچھا۔

"مجھے محبت جو ہے آپ سے۔"

"محبت...؟ مجھ سے...؟ ارے سچ؟" شوکت حیرت وخوشی سے چونکا۔ لیکن اس رو میں وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ ڈھائی ہزار سال پرانی بڑھیا ہوگی، جو اب تک اس کا انتظار کر رہی ہے۔"

"ہاں آپ سے، میں آپ کے ایک اشارے پر جان دے سکتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے شوکت کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ شوکت اس کے گداز جسم کی لمس سے مدہوش سا ہوگیا، اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"میں بھی... آپ کے لیے... اپنی جان دے سکتا ... جان... ہاں..." اس نے اٹکتے ہوئے الفاظ میں کہا۔

"تب وعدہ کیجیے کہ آپ مجھ سے ضرور ملا کریں گے۔" اس روح نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور، کاہے کو نہیں، مگر کہاں؟" شوکت نے پوچھا۔

"میں آپ کو آواز دوں گی۔ آپ کو وہ مقدس اشارہ ملے گا جو ہمیشہ کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے ملا دے گا۔"

"ہمیشہ کے لیے؟" شوکت نے کھوئی ہوئی نظروں سے اس کے حسین چہرے کو تکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، ہمیشہ کے لیے۔لیکن جس وقت یہ اشارہ آپ کو ملے، آپ مجھ تک پہنچنے میں دیر نہ کیجیے گا۔"

"کہاں ہے، یہیں؟"

"نہیں، وہاں جہاں ہم مل کر جدا نہ ہوسکیں گے۔"

"تو بلڈنگ ولڈنگ، سڑک وڑک تو بتاؤ آخر۔"

"وہ اشارہ خود آپ کی رہنمائی کرے گا۔"

"کیسے کرے گا؟"

"یہ پھول لیجیے۔" اس نے جوڑے سے ایک سفید پھول نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "میرا تحفہ۔"

"اور شوکت نے۔ "شکریا، شکریا" کہہ کر جلدی سے پھول ہاتھ میں لے کر اسے لمبی لمبی سانسوں سے سونگھنا شروع کردیا۔ "بھوت خوب صورت خوشبو، ارے نئیں، یانی کے بھوت خوب خوش بو ہے۔" وہ تعریف کرنے لگا، لیکن تازہ ہوا کے دو جھونکوں نے ہی اس کی زبان لڑکھڑادی۔اس پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ "بھوت یانی کہ وہ... یانی کہ آپ حور...لقا...ماہ...تلک... ہائے جواب نہیں...اس حس... حس...حس...ن...کا..."

اور پھر وہ جھوم کر اسی چٹان پر ڈھیر ہوگیا۔وہ لڑکی چونکی پھر اس نے اپنی آنچل میں بندھی ہوئی ایک چھوٹی سی شیشی کھول کر ہاتھ میں لے لی۔اس میں کوئی کتھئی رنگ کا سیال مادہ تھا۔ایک بار چاروں طرف نظر دوڑا کر اس نے ایک چھوٹی سی پین ٹارچ روشن کی اور اس کی روشنی میں شوکت کا سر ترچھا کرکے کانوں میں چند قطرے سیال مادے کے ٹپکا دیے۔

ٹھیک اسی وقت ایک سایہ چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا اس چٹان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لڑکی اس شیشی کو دوبارہ ساڑی کے پلّے میں میں باندھتی ہوئی تیزی سے اٹھی اور چند قدم دوڑ کر ایک دوسری چٹان کی آڑ میں غائب ہوگئی۔وہ سایہ بھی تیزی سے اسی طرف دوڑا تھا، لیکن اس

چٹان کے قریب پہنچ کر وہ حیران سا کھڑا رہ گیا۔

اس لڑکی کا کہیں پتہ نہ تھا، حالاں کہ اس صاف اور کھلی جگہ میں دور تک کسی کا نظروں سے اوجھل ہو جانا ناممکن تھا۔ پھر وہ شاید شوکت کی طرف بڑھا۔ شوکت ابھی تک چٹان پر بے ہوش پڑا تھا۔ اسنے جیب سے کوئی چیز نکال کر شوکت کی ناک سے لگا دی اور وہ ہوش میں آ گیا۔

''کاں گئی؟'' شوکت دیدے پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''جہنم میں۔'' اس سائے نے جواب دیا۔

''کون ہو تم؟'' وہ اسے نہ پہچانتے ہوئے پوچھنے لگا۔ اور بالے کو میک اپ میں پہچان لینا اس کے لیے ویسے بھی ناممکن تھا۔

''تم جاؤ کار میں بیٹھو۔''

''اے لو... باپ کا نوکر ہوں کیا... نئیں بیٹھتا، جاؤ۔''

''جاؤ، سور۔''

''تم خود سور... تمہارا سارا...''

''بس بس... باقی آئندہ۔''

''کائے کو آئندہ مائندہ... اور تم کون، میاں خاں؟''

''میں آ کر بتاؤں گا، تم جاؤ ورنہ ختم کر دیے جاؤ گے یہیں۔''

''ارے جاؤ، تم ضرور کوئی رغیب روسیا معلوم ہوتے ہو۔ تم نے اسے کاں اڑا دیا۔''

شوکت اور جھگڑنے پر تل گیا۔

لیکن بالے اس وقت اسے چھوڑ کر پھر اسی چٹان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ایک بار اور اس کا چاروں طرف سے جائزہ لے کر اس کے پاس کی تمام چٹانیں دیکھ ڈالیں، بالآخر اسے سنجیدگی سے یہ سوچنا پڑا کہ کہیں واقعی وہ اس مقتول لڑکی کی بھٹکتی روح تو نہ تھی، ورنہ نظروں کے سامنے اسی طرح غائب ہو جانا کیا معنی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ سائیں کرتی

ہوئی بندوق کی ایک گولی اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ وہ فوراً زمین پر گر پڑا اور ایک قریبی چٹان کی طرف رینگنے لگا۔ گولیوں کی اب بوچھاڑ شروع ہو گئی تھی اور وہ اس کے دائیں بائیں سے گزر رہی تھی۔ اگر وہ اس چٹان کی آڑ نہ لے لیتا تو اس کا بدن چھلنی ہو جاتا۔ اس نے گھوم کر دیکھا شوکت جس چٹان پر پڑا تھا اب اسی کی اوٹ میں دم سادھے چھپا بیٹھا تھا۔

اچانک اس کے شعوری تخیل نے کسی خطرے کی بو محسوس کی اور اس نے زمین سے کان لگا دیا۔ چند چلتے ہوئے قدموں کی آہٹ متواتر سنائی دے رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ لوگ احتیاط سے چلتے ہوئے اس طرف آ رہے ہوں، پھر اس کو دو انسانی سائے تقریباً سو گز دور ایک چٹان کی اوٹ سے ابھرتے نظر آئے، لیکن اس سے پہلے کہ وہ پلٹیں اچانک سناٹے میں فائرنگ کی ایک آواز گونجی اور ان میں سے ایک لڑھک گیا۔ دوسرے نے فوراً اسی چٹان کی آڑ لے لی اور بالے پر گولیاں چلانے لگا۔ بالے بھی اب ریوالور سنبھال چکا تھا، اس نے جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ اچانک اسے کسی کی آواز سنائی دی۔ "ہینڈز اپ۔" اور بالے کے ہاتھ گھبراہٹ میں اٹھ گئے، دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا کہ یہ حکم اس دوسرے سائے کو دیا گیا تھا جو اس پر فائرنگ کر رہا تھا۔ چٹان کی آڑ سے نکل کر اس سائے نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے تھے اور اس کے سامنے ایک دوسرا قد آور سایہ کھڑا نظر آ رہا تھا، اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

"ادھر آؤ، بالے۔" اس سائے نے آواز دی۔ بالے خان کی آواز پہچان گیا اور چٹان کی اوٹ سے نکل کر اس کی طرف دوڑا۔

"تم اسے سنبھالو، اور یہاں واقعہ کیا پیش آیا تھا؟" خان نے اس سے پوچھا۔

بالے نے فوراً ہی مختصراً سارا قصہ سنا دیا۔ اسی دوران میں وہ اس سائے کو ہتھکڑی پہنا چکا تھا، اس کا منہ بھی رومال سے کس دیا۔

"کون سی چٹان تھی وہ، جس کے نزدیک وہ روح غائب ہوئی تھی؟" خان نے پوچھا۔

''وہ رہی، مگر میں اچھی طرح اس کے اطراف کا جائزہ لے چکا ہوں، وہاں کوئی چور راستہ یا غار نہیں ہو سکتا۔'' بالے نے بتایا۔

''تو تم بھی سمجھتے ہو کہ وہ روح تھی جو آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئی؟''

''اور کیا کہا جا سکتا ہے اسے۔'' بالے نے کہا۔

''ہُم۔'' خان یہ کہتا ہوا اس چٹان کے نزدیک پہنچ گیا۔ پہلے اس نے ٹارچ سے چاروں طرف کی زمین دیکھی پھر نہ جانے کیا خیال آ گیا اسے کہ وہ چٹان کی طرف ہی جھپٹ پڑا۔ اسے چٹان کے پتھر کو انگلیوں سے ٹھونکنے پر یہ واضح ہو گیا کہ چٹان اندر سے کھوکھلی ہے۔

''باہر نکل آؤ، لڑکی، ورنہ میری برین گن اپنی گولیاں اس مصنوعی چٹان کے آر پار گزار دے گی۔'' خان نے چٹان کی جڑ کی طرف جھک کر بلند آواز میں کہا۔ پہلی آواز پر کسی قسم کر ردِ عمل نہیں ہوا۔

بالے بھی اب اس قیدی کے ہاتھ پیر باندھ کر خان کے پاس آ گیا۔

''آپ چٹان سے باتیں کر رہے ہیں؟''

''ہاں، وہ مجھ سے خیریت پوچھ رہی تھی۔''

''یعنی یہ چٹان؟''

''دیکھ لو خود۔'' یہ کہہ کر خان نے پھر اپنے وہی الفاظ دہرائے، لیکن اس بار بھی جواب نہ ملا۔ تیسری بار اس نے لہجے کو اور کرخت کر کے کہا۔ ''یہ آخری موقعہ ہے ورنہ تمہاری لاش اس چٹان سے برآمد ہو گی۔'' یہ کہہ کر وہ ایک سے تین تک گننے لگا، مگر دو کے عدد پر ہی اچانک وہ چٹان ایک جھٹکے سے پھٹی اور اس میں ایک آدمی کے داخل ہونے جیسی دراڑ پیدا ہو گئی۔ خان نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا چٹان ایک چھوٹے سے بند کمرے کی طرح اندر سے کھوکھلی تھی اور اس میں وہ لڑکی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی، اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور موجود تھا، لیکن اس کا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔

"باہر نکل آؤ۔" خان نے اسے دوبارہ ڈانٹا۔ اور وہ ڈرتے ڈرتے باہر نکل آئی۔

"ارے یہ تو وہی لیلا کی روح ہے۔" بالے نے اسے دیکھ کر اچھل پڑا۔

"تم تو اس کی آسیبیت پر ایمان لے آئے تھے نا؟"

"توبہ کرتا ہوں۔" بالے نے کان تھام لیے۔ پھر وہ اس لڑکی کے قریب آ گیا۔

"ہائے، تم ڈھائی ہزار سال برس کی بوڑھی ہوتے ہوئے بھی کتنی حسین ہو۔" وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

مگر لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا سر شانوں تک جھک گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

شوکت کی باری آئی

ان دو آدمیوں میں سے ایک تو وہیں ہلاک ہو چکا تھا اور دوسرا گرفتار۔ بہر حال خان نے اس چٹان پر ہلاک ہونے والے کے خون کے دھبے تک مٹوا دیے اور لڑکی سمیت اس لاش اور قیدی کو بالے کی مدد سے ڈھلوان سے اتارلایا۔ نیچے ایک جھاڑی کی آڑ میں خان کی کار موجود تھی۔

"میں ان سے نپٹ لوں گا، تم اس گدھے کا خیال رکھو۔" خان نے بالے کو ہدایت کی پھر اس لڑکی اور اس کے ساتھی کو ہتھکڑیوں کے علاوہ رسی کے ٹکڑوں سے کس کر پچھلی نشست پر ڈالتے ہوئے کھڑکیوں کے شیشے چڑھا دیے اور خود کار ڈرائیو کرنے لگا۔ اس کے جاتے ہی بالے، شوکت کی کار کی طرف لوٹا۔ شوکت اگلی نشست پر کسی احمق کی طرح بیٹھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چڑھاؤ کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے ہی بالے قریب آیا اس کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"تم آ گئے۔" اس نے بالے سے پوچھا۔

"ہاں، کیوں؟"

"تم کون ہو؟"

"تمہارا ڈرائیور۔"

"نہیں، اکدم جھوٹ، تمہاری آواز دوسری ہے۔ میں نے پہلے غور نہیں کیا تھا۔"

"تو اب غور کر لو، کہیں یہ تمہارے والد مرحوم کی آواز تو نہیں ہے۔" بالے نے پاس والی نشست پر زبردستی بیٹھتے ہوئے کہا۔

"والد مرحوم تم خود، تمیز دار سے بات کرو۔"

"نہیں کرتا جاؤ، میں تو ایسے ہی بولوں گا۔" بالے نے اس کے لہجے میں اکڑ کر

جواب دیا۔

''ارے واہ، میاں خان، اکیلا وچ کے .. اوفہونہہ... یانی کے دیکھ کے اکڑ رہے ہو۔
میں بھی کم نہیں ہوں، آں۔''

''میں تمہاری تو نہ چھوڑوں گا۔'' بالے کسی خطرناک بدمعاش کی طرح غرایا۔

''کاے کو؟ اللہ تمہاری نہیں چھوڑے گا۔''شوکت نے اسے قدرت کے انتقام کی
دھمکی دی۔

''اچھا چلو گاڑی پلٹاؤ۔''بالے نے اب اپنا اصل لہجہ اختیار کیا۔

''ارے، مگر تم؟''شوکت اس آواز کو سن کر سوچ میں پڑ گیا۔

''اب سمجھ میں آیا ہے تمہارے؟''

''لاحول ولاقوۃ، بالے بھائی، اب سمجھا ہے۔''

''کیا سمجھے؟''

''تم رقیب سوسیاہ بن کر ٹپکے ہو گے۔ سب تمہاری حرکت ہو گی، وہ گولی مولی
بھی۔''

''بک لو اور جو بکنا ہے۔''

''کاے کو، خدا لگتی کہ رہا ہوں۔ تم نے اسے غائب کیا ہو گا۔ وہ ڈھائی ہزار برس
سے میرا انتظار کر رہی تھی۔''شوکت نے منہ لٹکا کر کہا۔

''ڈھائی ہزار برس سے...؟ کون...؟'' بالے نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔

''اب بنومت، میاں خان۔ وہ کے رئی تھی میں اس کا وہ... کیا... یانی کہ ہرپولس
ہوں۔''

''ہرکولس کہا ہو گا۔''بالے نے لقمہ دیا۔

''ارے جاؤ، اب میں اتنا وہ ہوں کیا۔ ہرکولس سائیکل ہوتی ہے کہ آدمی؟''

"خیر، تم گاڑی تو بڑھاؤ، ورنہ کچھ دیر میں ہماری لاشیں ملیں گی لوگوں کو یہاں۔"

"نہیں، اللہ قسم؟"

"تمہیں مرنا ہے تو ٹھہر کے دیکھ لو، میں گاڑی لے جاتا ہوں۔"

"ہائے، وہ جو کہا ہے کسی شاعر نے ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ یاں کے رہے اور نہ واں کے رہے۔" شوکت نے لمبی سی ٹھنڈی انس لے کر شاعری فرمائی اور گاڑی پلٹانے لگا۔

راستے میں بالے نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ بیچ پوائنٹ کے واقعے کے بارے میں ایک لفظ کسی سے نہ کہے، ورنہ کچھ نامعلوم لوگ اسے ختم کر دیں گے اور شوکت اس خبر پر اس قدر سہم گیا کہ اس نے بے ساختگی میں اسٹیئرنگ کے دونوں ہاتھ چھوڑ کر کان پکڑ لیے، وہ تو خیر ہوئی کہ بالے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا ورنہ کار بجلی کھمبے سے ٹکرا گئی ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆

اچانک رات کے دو بجے سپرنٹنڈنٹ خان کے خوب گاہ میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے غنودگی کے عالم میں رسیور اٹھا لیا۔

"صاحب، بالے صاحب ہیں کیا؟" ادھر سے کسی نے مردانہ آواز میں پوچھا۔

"کون ہو تم؟ میں خان بول رہا ہوں۔"

"حضور، میں شوکت میاں کا نوکر شمو بول رہا ہوں۔"

"کیا بات ہے؟ بالے صاحب سو رہے ہیں۔"

"وہ، حضور، میاں کو کیا ہو گیا ہے۔ بالے صاحب بول گئے تھے کہ انہیں کہیں نکلنے مت دینا۔ میں نے کمرے کا دروازہ ہی باہر سے بند کر دیا تھا۔ ابھی میاں خوب چیخ چیخ کر دروازہ توڑے ڈال رہے ہیں اور نہ جانے کیا کیا بک رہے ہیں۔" شمو نے کہا۔

''اچھا شوکت کو کسی طرح بھی تم لوگ قابو میں رکھو اور ہاں دیکھو جہاں تک ہو سکے یہ شور باہر تک نہ پہنچنے پائے۔ ہم آ رہے ہیں۔'' خان نے اسے ہدایت کرتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

غلام رسول سے تو بالے کیا اٹھتا، خان کو خود ہی جا کر اسے بیدار کرنا پڑا اور پھر تیاری میں انہیں دس منٹ سے زیادہ دیر نہیں لگی۔ اتنی دیر میں غلام رسول نے ہی کار گیرج سے نکال دی تھی۔ وہ راتوں کو ٹیلی فون کی ہر گھنٹی پر خان سے پہلے جاگ جایا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

جب ان کی کار شوکت کے بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تو برآمدے میں روشنی نظر آ رہی تھی اور شوکت کا خانساماں گھبرایا ہوا سا باہر ہی کھڑا تھا، خان اور بالے کو دیکھتے ہی دوڑ پڑا۔

''حضور، جلدی آیئے، میاں تو پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اندر گھس گئے۔ اندر شوکت کے کمرے کے دروازے پر اس کے تین نوکر دروازہ کو زور لگا کر روکے کھڑے تھے اور اندر سے دروازے پر دھڑا دھڑ چوٹیں پڑ رہی تھیں۔

''تم لوگ ہٹ جاؤ۔'' خان نے انہیں ہدایت کی اور وہ خاموشی سے ہٹ گئے۔

شوکت اندر چیخ رہا تھا۔ ''اب میں ضرور آؤں گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' پھر وہ گرجنے لگا۔

''راستہ مت روکو، سالو، وہ مجھے پکار رہی ہے، ہٹ جاؤ۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے جو زور مارا تو مع دروازے کے باہر آ رہا، لیکن گرتے ہی وہ سنبھل گیا۔ خان اور بالے دونوں طرف ہٹ گئے اور شوکت کے ملازم بھی، انہوں نے دیکھا کہ شوکت کا چہرہ اس وقت بڑا بھیانک ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں اور سرخ تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ

کسی آسیب سے کشتی لڑ کر آ رہا ہو۔ اس نے کسی طرف نہ دیکھا، جیسے اسے کچھ نظر ہی نہ آیا ہو۔ انہیں پیچانے بغیر وہ ان کے درمیان سے نکل کر سیدھا باہر کی طرف بھاگا۔ ملازموں نے پیچھے دوڑنا چاہا، لیکن خان نے انہیں روک دیا۔

وہ اور بالے بھی شوکت کے پیچھے احاطے سے باہر نکل آئے۔ شوکت اب سڑک پر چیختا ہوا بھاگ رہا تھا۔

"میں آ رہا ہوں، میں آ رہا ہوں۔"

خان کی کار بالے ڈرائیو کر رہا تھا اور ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ بکس لیے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے سے شوکت کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ بالے نے گاڑی اتنی پیچھے رکھی تھی کہ اس کا تعاقب سے واسطہ معلوم نہ ہو۔

شوکت نے دوڑتے ہوئے بھی خان کی نظر بار بار اس باکس پر چلی جاتی۔ اس میں دو ریڈنگ میٹر اور تین چار گول سوئچ لگے تھے اور اوپر کی سمت میں ایک ابھرا ہوا سرخ شیشے کا بلب تھا جو اس وقت بار بار روشن اور تاریک ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس میں سے مدھم سی، بڑی... بڑی... بڑی... جیسی آواز نکل رہی تھی اور خان جب اسے اونچا اٹھا کر سر سے بلند کر لیتا، یہ آواز اور تیز ہو جاتی اور بلب کی چمک بھی۔ اس باکس نما مقناطیسی انڈیکیٹر میں جو ڈاکٹر سید کی مدد سے خان نے آج ہی تیار کیا تھا، ایک ریکارڈنگ مشین بھی لگی ہوئی تھی، جس کی خفیف گھر گھر کی آواز بھی مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ کبھی کبھی یہ گھر گھر رک بھی جاتی لیکن چند لمحوں کے وقفے کے بعد پھر شروع ہو جاتی۔

آدھی رات گزر جانے کے باوجود سڑک پر جو لوگ چل پھر رہے تھے وہ اخبارات کی پھیلائی ہوئی اس سنسنی سے بے بہرہ نہ تھے جو برجیٹھیا کے کیس کی رپورٹ کا نتیجہ تھی۔ اس میں بھی The Call of Death، کے زیر عنوان برجیٹھیا کی یہی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ وہ لوگ اس منظر کو دیکھتے ہی پہلے تو چونکے پھر خوف زدہ ہو کر خود ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ لیکن شوکت

کسی مشینی آدمی کی طرح بے سدھ ہو کر سیدھا دوڑا جا رہا تھا۔ راہ میں ایک جگہ پولیس گشتی کار نے اسے روکنا چاہا لیکن اس نے پولیس آفیسر کی آواز تک نہیں سنی۔ گشتی پولیس آفیسر اسے پکڑنے کے لیے گاڑی دوڑانا ہی چاہتا تھا کہ خان پہنچ گیا۔ اس نے آفیسر کو ایسا کرنے سے روک دیا اور گشتی آفیسر کچھ نہ سمجھ کر صرف سلام کے لیے ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔ ابلتے چشمے والی پہاڑی شہر کے باہر ہی غیر آباد مقامات میں واقع تھی اور اس تک پہنچنے کے لیے چار میل خان کو شوکت کے پیچھے پیدل ہی دوڑنا پڑا۔ تعجب تو یہ ہے کہ شوکت کی رفتار میں اس قدر دوڑ کر بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ شاید اس کی قوت ارادی کسی نامعلوم تحکم کی پابند ہو گئی تھی۔

پھر وہ دوڑتا ہوا ابلتے چشمے کی پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ بالے کار پہاڑ کے دامن میں روک چکا تھا اور خان اب چھپ چھپ کر شوکت کے پیچھے پنجوں کے بل دوڑ رہا تھا۔

پہاڑی پر چڑھتے ہوئے خان نے خود سنا، ایک بھاری سی گونجتی ہوئی آواز شوکت کو بار بار پکار رہی تھی اور شوکت اس کے جواب میں، میں آ گیا، میں آ گیا، چیختا اور تیز دوڑتا رہا۔ بالے بھی اب خان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پھر خان نے اسے اس دو تنے والے درخت کے نزدیک پہنچتے دیکھا۔

اس درخت کے سائے میں پہنچتے ہی شوکت نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''میں آ گیا ہوں، مقدس اشارے، مجھے اس کے پاس پہنچا دے۔''

اس وقت پھرتی سے خان ایک جھاڑی کی طرف لپکا اور اس نے اس میں ہاتھ ڈال کر کوئی شے باہر گھسیٹ لی، یہ ایک چھ فٹ لمبا اور فٹ موٹا وزنی لکڑی کا لٹھا تھا۔

''اسے جلدی اٹھاؤ اور جیسے ہی زمین پھٹے شوکت کو نیچے ڈھکیلتے ہوئے اس کے خلاء میں ڈال دینا۔'' اس نے بالے کو ہدایت کی۔

شوکت اب اپنے الفاظ دہرا رہا تھا کہ اچانک ایک گھڑگھڑاہٹ کی آواز ہوئی اور

اس کے پیروں تلے کی زمین دھسنے لگی۔خان نے اس وقت بغل میں لٹکے انڈیکیٹر پر نظر ڈالی۔ بلب کی روشنی اس وقت بڑی تیزی سے جل اور بجھ رہی تھی۔ مشین کی گونج مستقل ہوگئی تھی۔وہ زمین تقریباً پانچ فٹ کے حلقے میں دھنسی تھی، پھر وہ دو ٹکڑوں میں پھٹ گئی اور شوکت ایک پتلے کی طرح اس میں گرنے ہی والا تھا کہ خان نے اسے لات مار کر نیچے ڈھکیل دیا اور بالے نے وہ موٹا لٹھا زمین کے شگاف میں ڈال دیا۔ٹیلے کی زمین کے دونوں ٹکڑے فوراً بعد ہی پھر اسی جگہ کے ساتھ آپس میں ملنے لگے، لیکن وہ لٹھا ان کے درمیان حائل ہوگیا۔خان کے اشارے پر بالے نے جلدی سے شوکت کے ہاتھ پیر باندھ دیے اور اسے جھاڑی میں ڈال دیا۔بالے نے اسے کلوروفارم سے بے ہوش بھی کر دیا تھا، لیکن یہ چند لمحوں کی غفلت کام بگاڑ گئی۔زمین کے دونوں ٹکڑے دوبارہ ذرہ سا پھیل کر اس لٹھے کو نگل گیا اور زمین پھر برابر ہوگئی، مگر اتنی دیر میں خان جھپٹ کر شگاف کے اندر جھانک چکا تھا۔وہاں اسے ایک عجیب سی روشنی نظر آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆
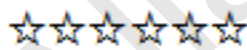
''یہ کیا بات ہوئی؟'' بالے نے حیرت سے پوچھا۔خان اس وقت انڈیکیٹر کو دیکھ رہا تھا۔وہ اب بھی طاقت ور برقیائی ہوئی مقناطیسی لہروں کے وجود کی خبر دے رہا تھا۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' خان کچھ سوچ کر پہاڑی کے دوسری سمت کے ڈھلوان کی طرف لپکا۔بالے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔پھر بالے نے خان کو ابلتے پانی کے چشمے کے کنارے رکتے دیکھا۔اس کے بلبلے تپتے ہوئے پانی سے اس وقت بھی بھاپ بلند ہو رہی تھی۔خان کی ٹارچ کی روشنی پانی پر سے ہوتی ہوئی اس کے کنارے کنارے دوڑنے لگی۔اور پھر وہ اچانک ایک درخت کی جڑ میں رکھی ہوئی پتھر کی ایک پرانی شیو کی مورتی پر تھم گئی۔اس مورتی میں گیرو لگا ہوا تھا اور سامنے پوجا کے کچھ پھول پڑے تھے۔خان نے جھک کر ایک پھول اٹھا کر جو ہاتھوں میں مسلا تو وہ پتلے ربڑ کی پتیوں کا نکلا۔

"ظاہر ہے کہ پوجا کی مورتی سمجھ کر کوئی اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا ہوگا۔" خان بڑبڑایا۔
"حالاں کہ اس دہشت ناک پہاڑی پر پجاریوں کا گزر احمقانہ تصور ہے۔"

بالے کی سمجھ میں یہ بات اس وقت تک نہ آئی جب تک کہ اس نے اس کا عملی مظاہرہ نہ دیکھ لیا۔ خان نے اس مورتی کو سر سے پکڑ کر آگے کی طرف جھکا دیا۔ اس میں کچھ قوت ضرور لگانی پڑی، لیکن جیسے ہی مورتی اوندھی ہوئی اسی درخت کے اوپری تنے کے ایک سوراخ سے لوہے کی ایک راڈ باہر نکل پڑی۔ اس کی شکل کسی سوکھی شاخ جیسی تھی۔ خان نے اسے تھام کر جھٹکے دینے شروع کیے، مگر جب اسے اوپر کی طرف اٹھایا تو ایک عجیب سی گونج نے انھیں چونکا دیا۔ جائے نے سے پلٹ کر دیکھا، چشم کا پانی آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ پھر ایک منٹ سے کم وقت میں چشمہ خالی ہو گیا اور انھیں زمین نظر آنے لگی۔ خان اس میں اتر گیا۔ یہاں زمین میں ایک جگہ باریک باریک سوراخ تھے، شاید چشم کا پانی ان سے ہو کر ہی غائب ہوا تھا۔ بالآخر خان کو ایک جگہ پتھر کی اوٹ میں لوہے کا ایک چھوٹا سا پہیہ نصب کیا ہوا نظر آ گیا اور اسے گھمانے میں گھڑگھڑاہٹ کی خفیف سی آواز کے ساتھ چشمے کی زمین کا ایک حصہ نیچے دھنس کر غائب ہو گیا۔

"اب چلے آؤ۔" خان نے ٹارچ کی روشنی اندر ڈالتے ہوئے کہا اور خود اس اندھیرے خلاء میں اتر گیا۔ یہ ایک لمبا سا تنگ و تاریک راستہ تھا جس میں ٹارچ کی مدد سے وہ چلتے رہے۔ پھر انھیں کچھ کشادگی اور ہوا محسوس ہوئی اور دوسرے لمحے وہ ایک چھوٹے چوکور کمرے میں موجود تھے جو کسی کان کی پناہ گاہ کی طرح اندر کی زمین کاٹ کر بنایا گیا تھا۔

"سانپ۔" بالے اچانک اچھل کر چیخا۔ مگر خان نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا وہ مسکرا دیا۔ دیوار میں ایک طرف ایک چھوٹے سے سوراخ سے ایک سانپ نصف بدن نکالے پھن پھیلا کر اس پر حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن خان نے اس پر فوراً ہاتھ ڈال دیا، اور اس وقت بالے کو معلوم ہوا کہ وہ مصنوعی ہے۔ حالاں کہ اس پر پوری طرح اصل کا دھوکہ ہوتا تھا۔ اسے نیچے کی طرف کھینچتے ہی ایک طرف کی دیوار غائب ہو گئی اور انھیں ایک بڑا سا پتھروں میں

تراشیدہ کمرہ نظر آنے لگا۔اس میں روشنی ہورہی تھی اور یہ روشنی ایک قدِ آدم ......ین لگے ہوئے ایک بلب سے پیدا ہورہی تھی ۔ایک طرف دیوار میں ایک طاق بنا ہوا تھا۔

وہ اس کمرے میں جب داخل ہوئے تو یہاں کسی ذی روح کا وجود نہ تھا، البتہ کمرے میں منسلک تاروں کا ایک جال سا پھیل کر دیواروں میں پیوست ہوگیا تھا۔مشین کے آگے کمرے کا حصہ کسی قدر اونچا ہوتا گیا تھا اور اس حصے میں دو بڑے اور اونچائی میں چھت کو چھوتے ہوئے قینچی نما گارڈ نصب تھے۔یہیں انھیں وہ لٹھا نظر آیا جو اوپر سے گرا تھا،لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ مشین میں گونج موجود ہوتے ہوئے بھی یہاں کسی انسان کا پتہ نہ تھا۔

چند لمحے خان اس مشین کو دیکھتا رہا،پھر وہ اس کے قریب جا کر ایک جست کی پلیٹ کو پڑھنے لگا،اس پر کچھ الفاظ کندہ تھے۔یہ جرمن زبان تھی اور خان اس سے واقف تھا۔اس پر لکھا تھا، 'magnetic brain controller'،مشین کے ایک دوسرے حصے پر پلیٹ پر لکھا تھا، 'The Sucker'۔

”غالباً یہ مشین چشمے کا پانی چوسنے اور واپس پھینکنے کا کام کرتی ہے اور ادھر دیکھو یہ اس میں پائپ بھی نصب ہے۔اس کا دوسرا سرا ضرور چشمے کے نیچے واقع کسی ٹینک سے ملحق ہوگا۔“

بالے نے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ دل ہی دل میں اس وقت خان کی عجیب وغریب ذہانت کی داد دے رہا تھا۔پھر خان کو ایک لیور نظر آیا، جو مشین کے ایک علیحدہ سے حصے میں نصب تھا۔اس حصے میں ایک قدِ آدم کرین بھی لگا تھا۔خان نے جیسے ہی لیور کو کھینچا وہ وہیل گھومنا شروع ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہونے لگی۔یہ آواز مشن کے نشیبی حصے سے آرہی تھی۔پھر انہوں نے چھت گیر گارڈرز کی قینچی کو کھلتے دیکھا،اور اور چند سیکنڈ کے بعد ہی چھت کی ایک دس فٹ لمبی اور چار یا پانچ فٹ چوڑی دراڑ سے ٹیلے کے اوپر کا نیلا آسمان،جس پر تارے کھلے ہوئے تھے،جھانکنے لگا۔

"اوہ... یہ دیکھیے۔" بالے اچانک چیخا۔ وہ بھی اس کی طرف پلٹ پڑا۔ بالے ایک تاریک سے کونے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ خان نے جیسے ہی ٹارچ کی روشنی ڈالی تو وہ خود بھی چونک پڑا۔ وہ ایک انسانی لاش تھی، جو چھت میں لگے ہوئے ایک کڑے سے ایک کلیمپ کے ذریعے لٹک رہی تھی۔ خان نے بالے کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر کلیمپ کو کھول دیا، جس کے ساتھ ہی وہ لاش فرش پر گر گئی۔

"رسیک لال...!" بالے کی زبان سے نکلا۔

ٹھیک اسی وقت کمرہ ایک بھیانک قہقہے سے گونج اٹھا اور وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ خان کی نگاہیں اس طاق پر جم گئیں۔ آواز وہیں سے نکل رہی تھی۔

"مسٹر خان، اس زمین دوز مقام پر ایک کمرے میں دو لاشیں اور بھی ہیں، جن کے ساتھ میرا راز ہمیشہ کے لیے دفن ہو چکا ہے۔ میں نے اپنی اس ایجاد کو ابھی تو صرف اپنے بڑے تجربوں کے لیے دولت اکٹھا کرنے میں استعمال کیا تھا۔ ویسے میں اس سے دوسرے بھی بڑے کام لینا چاہتا تھا، لیکن مجھے اعتراف ہے کہ تم کافی ذہین ہو۔ تم اس فارمولے کو پا گئے اور اس لیے مجھے اپنے وسیع پروگرام کا ایک حصہ یہیں ختم کر دینا پڑا۔" وہ گونجتی آواز کہتی رہی۔ "تم بیچ میں نہ آتے تو لوگ میری اس مشین کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے والی اس پہاڑی کو خوف و دہشت سے پوجنے لگتے اور میرا ہر حکم تقدیر کا فرمان بن جاتا۔"

"بہت اچھے۔" بالے نے لقمہ دیا۔ "جب ہی عورتوں کی طرح پردے کی آڑ سے گرج رہے ہو۔"

"میں اشتعال قبول کرنے کا عادی نہیں، سارجنٹ۔ جن آدمیوں کی حماقت سے تم بچ گئے تھے، وہ نااہل تھے ورنہ مجھے سمجھنا تمہارے بڑے بڑے سائنس دانوں کے بس کی بھی بات نہ تھی۔ بہر حال وہ تمام لوگ اپنی ذلت کی سزا کو پہنچ چکے ہیں اور آج تم لوگوں کی باری ہے۔ میں تم بہت دور سے تمہاری تمام نقل و حرکت دیکھ رہا تھا، مجھے یقین تھا کہ تم لوگ بہت جلد یہاں

آنے والے ہو۔بہر حال ،مسٹر خان، تمہارے اس ڈیٹیکٹر سے ظاہر ہوتا ہے کہ میری اس ایجاد کو سمجھ چکے ہو جس کے ذریعے میں چاہتا تو تمہارے بڑے بڑے لیڈروں کو بھی اپنا فرماں بردار بنالیتا،لیکن میرا پروگرام نہیں بدلے گا۔رسیک لال کے خاتمے کے ساتھ یہ مشین اور تم دونوں بھی ابھی صرف دو منٹ کے اندر ختم ہو جاؤ گے اور کوئی نہ جان سکے گا کہ میری عظیم سائنس تو مستقبل میں کیا انقلاب لانے والی ہیں۔"

"ارے مگر سنو تو ،میری جان۔" بالے سے نہ رہا گیا۔

"تم صرف دو منٹ کی زندگی میں چاہو تو جی بھر کر بکواس کر سکتے ہو میں سب سن لوں گا۔مجھے مسخرے لوگ پسند ہیں۔"

"ابے واہ بے۔"

چپ رہو، بالے، کچھ بھی ہو وہ ایک عظیم دماغ ہے۔ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے۔" خان نے بالے کو ڈانٹا اور بالے اس کے اس جملے پر حیران رہ گیا،لیکن دوسری طرف سے آواز پھر سنائی دینے لگی۔

"خوب خوب اور میں بھی تمہاری ذہانت اور جرأت کی قدر کرتا ہوں،مسٹر خان۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ تمہیں چھوڑ کر اپنی اس عظیم ایجاد سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتا۔تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ ایک چھوٹی سی تجرباتی کوشش تھی اور اب جب میں رسیک لال اور اس کے بے وقوف شکاروں کے ذریعے کثیر دولت حاصل کر چکا ہوں میرا یہی تجربہ ایک بڑے پیمانے پر اب کروڑوں انسانوں کے ذہنوں پر حکومت کرے گا۔میرا حکم ان کی موت ہو گا اور میرا حکم ہی ان کی زندگی۔"

"فرعون نے بھی یہی کہا تھا، بیٹے واحد غائب۔" بالے دوبارہ بول پڑا۔

"فرعون گدھا تھا جو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا، میں تو صرف سربراہی کا دعویٰ کروں گا۔"

"مگر تم ہمیں حکم کس طرح دو گے؟" خان نے بظاہر فکر مند ہوتے ہوئے کہا۔ جس کے جواب میں پہلے اس کا قہقہہ سنائی دیا پھر الفاظ۔

"بھولے نہ بنو، مسٹر خان۔ تم جانتے ہو کہ اس مقام پر صرف ایک قوت حرکت کر رہی ہے اور میں اکیلا اتنی دور سے اس قوت کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ میں ابھی ارادہ کروں گا اور پھر یہ لاش، تم لوگ، یہ مشین، یہ پہاڑی اور تمہارا وہ مدہوش ساتھی، جسے رسیک لال کی حماقت نے اس عذاب میں گھسیٹ لیا تھا، تباہ ہو جائیں گے۔ صرف میرے ایک اشارے پر۔"

"تب تو ہمیں بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔" خان یہ کہتے ہوئے ایک پتلے سے پائپ کی طرف بڑھا، جو زمین کی پشت پر دیوار میں نصب ہو کر اوپر تک چلا گیا تھا اور جس کا نچلا سرا مشین کے مین بورڈ میں نصب تھا۔

"اوہ نہیں، زیادہ عقل مند نہ بنو، مسٹر خان۔ میں جانتا ہوں کہ تم ان مشینوں کا ریڈیو کنٹرول سسٹم ختم کرنے کے لیے ان تاروں کی طرف بڑھ رہے ہو جو اس پائپ میں محفوظ ہیں۔ میں جانتا تھا کہ تم اسے سمجھ لو گے، اس لیے میں نے اپنی انگلی بلو اپ سوئچ پر رکھی ہوئی ہے۔ تمہارا قدم بڑھا، اور پھر سمجھ لو کیا ہو جائے گا۔"

اس کے ان الفاظ پر واقعی خان رک گیا، لیکن بالے نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تک نہ تھے۔ وہ آواز پھر گونجی۔

"اچھا دوستو، رخصت۔ تم اگلی دنیا میں رسیک لال اور اس کے ساتھیوں سے حساب کر لینا۔"

"بھائیے نا۔" بالے نے خان کو جھنجوڑا۔

"وہ گدھا ہے، میں نے پہلے ہی کنٹرول سسٹم کے وائر مشین سے علیحدہ کر دیے ہیں۔"

"بکتے ہو۔" وہ آواز غضب ناک ہو کر گونجی۔

"آزما کر دیکھ لو۔" خان نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا۔

"اوہ، لیکن تم بھی نہیں بچ سکتے۔"

اس کی آواز کے ساتھ ہی ایک کھٹکا ہوا اور مشین میں اچانک پھر گونج پیدا ہو گئی۔

"کیا واقعی آپ نے؟" بالے نے سرگوشی کے لہجے میں پوچھنا چاہا۔

"پھر ڈاجنگ، وہ جہاں بھی ہے ریڈیو اسکرین میں اسے اس کمرے کا منظر آ رہا تھا، لیکن وہ ان وائروں کی مشین میں بورڈ کا سایہ پڑ رہا ہے، وہ بوکھلا ہٹ میں دھوکا کھا گیا۔ حالاں کہ اسے سوچنا چاہیے تھا کہ مشین پر کنٹرول سسٹم اگر کام نہ کرتا ہوتا تو مشین متحرک کیسے ہو جاتی۔" خان نے اتنی مدھم سرگوشی میں جواب دیا جو مشین کی گونج میں سنی نہ جا سکے۔

"تو اب کچھ سمجھیا۔"

"پائپ کو کاٹے بغیر ریڈیو کنٹرول کے وائر کاٹے نہیں جا سکتے اور اس میں نہ صرف دیر لگے گی، بلکہ وہ اپنی بھول سے بھی آگاہ ہو جائے گا۔ خان نے دیوار کے سہارے سے آگے کھسکتے ہوئے کہا۔

"ارے، وہ دیکھیے۔" بالے کی نظر اچانک آگے کی طرف اٹھ گئی۔ گارڈرز کی قینچی ابھی تک کھلی رہ گئی تھی، کیوں کہ اسے اس کا لیور خان دوبارہ نہیں کھینچا تھا اور نہ ہی اپنے ریڈیو کنٹرول اسکرین میں اس نامعلوم شخصیت نے کھلی چھت کی طرف توجہ دی ہو گی۔ کیوں کہ اس کی توجہ خان وبالے کی طرف مرکوز تھی ورنہ وہ کنٹرول سسٹم سے اسے وہیں ہی بند کر دیتا، جس طرح اب تک کیسو میں ہوتا رہا تھا۔

خان نے اچانک کمرے میں حدت محسوس کرتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔

"وہ گرم پانی آیا۔ شاید وہ اب ہمیں اس کمرے میں بند کر کے چشمے کے پانی کے ذریعے ابال ڈالنا چاہتا ہے، چلو جلدی دوڑو۔" یہ کہتا ہوا خان جھپٹ کر ایک گارڈر پر چڑھ گیا۔ بالے نے اسی کی پیروی میں دوسری گارڈر پر چڑھنا شروع کیا۔ یہ کام بہت مشکل تھا، اس لیے

کہ کہیں پیر ٹکانے کی جگہ نہیں تھی۔ بہر حال زندگی مقدم تھی، اور اس کی خواہش نے ان میں بندروں جیسی خاصیت پیدا کر دی۔ وہ کافی احتیاط و مشقت سے گارڈرز کی قینچی عبور کر کے اوپری سروں تک پہنچ گئے۔ پھر خان شگاف کی کور پکڑ کر لٹک گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ کور سخت ہے اور ایک قلابازی کھا کر اوپر جانے کے بعد اس نے بالے کو بھی نکال لیا۔

"جس قدر تیز ہو سکے، نیچے کی طرف بھاگو۔" وہ خود اس جھاڑی کی طرف دوڑتے ہوئے، جس میں شوکت بے ہوش پڑا تھا، بالے سے بولا۔ اور بالے پہاڑی کی نشیب کی طرف دوڑنے لگا۔ کچھ دور جا کر اس نے جب پلٹ کر دیکھا تو خان شوکت کو کاندھے پر اٹھائے اتنا ہی تیز دوڑا آ رہا تھا۔

شوکت کی کار کو وہیں چھوڑ کر خان نے شوکت کو اپنی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر پھینک دیا اور بالے نے فوراً ہی کار اسٹارٹ کر دی۔

ابھی وہ بمشکل ایک فرلانگ ہی پہنچے تھے کہ اچانک ایک بہت خوف ناک قسم کا زبردست دھماکا ہوا اور انہوں نے پہاڑی کو کوہِ آتش فشاں کے دہانے کی طرح پھٹ کر ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔ اس میں سے نکلنے والی آگ کے شعلے دور تک روشنی پھیلا رہے تھے۔

حیرت انگیز انکشاف

وہ اب شہر کی طرف لوٹ رہے تھے۔

اس وقت تو قدرت نے ہی بچا دیا۔" بالے نے ایک لمبی اطمینان کی سانس کھینچ کر کہا۔

"حواس پر قابو رکھنا بھی بڑا کام آتا ہے۔" خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ نئی بلا ہے کون؟"

"یہ بھی جان لو گے۔"

"میری سمجھ میں تو خاک نہیں آیا۔"

"اس لڑکی کے قبضے سے جو شیشی برآمد ہوئی تھی اس میں مقناطیسی اثر کا ایسا تیزابی مادہ تھا جسے دماغ کی محسوسات کو جذب کرنے والے خانوں تک باریک نسوں میں جذب ہو کر پہنچ جاتا ہے اوران میں ان کی مقناطیسی فریکوئنسی کے ہم پلہ فریکوئنسی کے پیغام کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔اس طرح وہ اپنے الیکٹرومیگنیٹک مینٹل کنٹرول سسٹم پر ان افراد کو جو احکامات دیتا وہ پیروی کرتے اور یہ احکامات اسی سسٹم کے ذریعے سے مقناطیسی لہروں پر دیے جاتے ہیں جو ہوا میں پرواز کرتی ہوئی اس مقام سے گزرتیں اور اسی مقناطیسی فریکوئنسی کے دماغی خانے انہیں کسی وائرلیس سیٹ کی طرح قبول کر لیتے۔" خان نے بتایا۔

"یہ آدمی ہے یا عجائب خانہ۔"

"اس میں شک نہیں کہ اس کا دماغ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔"

"اور آپ کا دماغ جو ایسے دماغوں کو بھی شکست دے سکتا ہے۔"

"صرف اسٹڈی، مائی ڈیئر الو۔ یہ دنیا معلومات کا ایسا خزانہ ہے جو کبھی خالی نہیں

ہوتا۔“

”ہائے، بے چارہ شوکت۔“

لیکن اسی وقت کار میں پچھلی سیٹ پر شوکت کو ہوش آنے لگا۔ وہ سر جھٹک کر اٹھا ہی تھا کہ اچانک اس کے دماغ میں ایک عجیب سی گونج بھر گئی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی کیفیت بالکل ویسی ہی ہونے لگی جیسی اس کوہندا کی طرف دوڑتے وقت ہوگئی تھی۔ خان کی نظر بیک ریفلکشن کے چھوٹے آئینے میں اتفاق سے پڑ گئی اور وہ چونک پڑا۔ شوکت اسے فرینکسٹین کی طرح اثر دہ اور خوف ناک نظر آیا۔ لیکن خان نے صورت حال سمجھنے میں ذرا دیر نہ کی۔ شوکت پشت سے ہاتھ پھیلا کر اس کی گردن کو گرفت میں لینے کے لیے جھپٹا ہی تھا کہ خان نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے اسے پوری قوت سے پیچھے ڈھکیل دیا۔

”اسے فوراً بے ہوش کرو، بالے۔ وہ کمبخت ضرور اس کے دماغ کے لیے کوئی حکم نشر کر رہا ہے۔“ خان نے بالے سے کہا۔ اور بالے اپنی سیٹ سے قلابازی کھا کر پچھلی سیٹ پر شوکت کے نیچے گرا۔

”ہھم ہھم۔“ شوکت نے سر کو جھٹکا۔ ”مار ڈالو۔“ لیکن بالے نے کلورا فام والا رومال اس کی ناک پر رکھ دیا تھا۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔

”شہر میں داخل ہوتے ہی خان نے سب سے پہلے شوکت کو ڈاکٹر سید کے ہاسپٹل میں ڈاکٹر کے ایک اسسٹنٹ کے چارج میں دیتے ہوئے وہیں سے قریبی پولیس اسٹیشن کو فون کر کے شوکت پر دو کانسٹیبل کی نگرانی قائم کر دی۔

”یہ اب اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے جب تک کہ انھیں کم از کم چار درجن ہائیڈرو اسٹریٹو مائسین انجکشن نہ دیے جائیں۔“ ڈاکٹر سید کے اسسٹنٹ نے بتایا۔

”ہماری طرف سے آپ اسے ایک ہزار انجکشن دیجیے، بے چارہ پہلے ہی عقل سے یتیم تھا اور اس پر یہ طرّہ۔“ بالے بول پڑا۔

"چلو، یہ فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔" خان نے اسے دروازے سے باہر دھکیلا۔

"مگر اب کیا تیر ماریں گے آپ۔ معاملہ تو سب عین غین ہوگیا۔"

"نہیں، بالے صاحب۔ میں اپنا کام نامکمل نہیں چھوڑتا۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ اسے کوئی جان سکتا، لیکن اسے نہیں معلوم کہ ایک آدمی جانتا ہے۔"

"خدا اور جنوائے، آمین۔"

"بہت گندی ہوگئی ہے زبان تمہاری۔"

"کمال ہے، میں نے تو جاننا کی گردان پر عرض کیا ہے۔"

"اور میں تمہاری گردن پر عرض کروں..." خان کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور اس نے وقتی طور پر توبہ کرلی۔

☆☆☆☆☆☆

صرف نصف گھنٹے کے اندر اندر پولیس نے رات کے چار بجے لائن پارکنس کے کارخانے کی لیبوریٹری کا محاصرہ کرلیا۔ لیبوریٹری باہر سے بالکل ویران اور تاریک نظر آرہی تھی۔ محاصرہ اس قدر احتیاط سے کیا گیا تھا کہ خفیف سا کھٹکا بھی نہ ہو پائے۔ دربان کو پہلے ہی مٹھی بند کرکے الگ ہٹا دیا گیا تھا۔

ٹھیک چار بج کر دس منٹ پر خان ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کے احاطے میں داخل ہوا۔ اس نے کوٹ کے کالر سے گردن اور نصف چہرہ چھپا رکھا تھا اور فلیٹ ہیٹ کی کور چہرے کے اوپر جھکی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی جگہ بالے بیٹھا تھا۔ خان نے کار سے اتر کر لیبوریٹری کے عقبی بند دروازے پر تین بار دستک دی اور ایک عقبی کھڑکی میں کچھ روشنی نظر آنے لگی۔ خان پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگا۔ دروازہ کھولنے والی ایک عورت تھی، فربہ اور ادھیڑ عمر۔ خان نے پہلی ہی

نظر میں اسے پہچان لیا۔وہ مسز ڈیلٹن تھی۔

"کون؟"اس نے سر باہر نکال کر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"جیکب۔"خان نے آواز بھاری بنا کر کہا۔

"اندر آجاؤ، جلدی۔آج کی رات احتیاط کی رات ہے۔"مسز ڈیلٹن کی سرگوشی کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔اور خان جلدی سے اندر داخل ہوگیا، لیکن اس نے اپنا منہ نہیں کھولا۔

"باس کہاں ہے؟"

"اپنے کنٹرول روم میں، اوپر۔لیکن آج بہت غصے میں ہے۔"

"میں ان کے لیے خوش خبری لایا ہوں۔"

"ٹھہرو، میں پوچھ لوں پہلے۔"یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور تقریباً دو منٹ بعد واپس لوٹی۔

"چلو، اوپر۔"یہ کہتی ہوئی وہ خود پیچھے چلنے لگی اور خان آگے۔

ایک نیم تاریک زینہ طے کرنے کے بعد وہ بند کمروں سے گزر کر ایک موٹے پٹ کے دروازوں والے کمرے کے سامنے رک گئے۔اس پر اندر آنا منع ہے، کا بورڈ لگا ہوا تھا۔اور اندرون کی روشنی کی طرح تیز روشنی ہو رہی تھی۔مسز ڈیلٹن نے باہر سے ہی دروازے کی گھنٹی بجائی، جس کے ساتھ ہی دروازے پر لگے ہوئے ایک چوکور فریم سے آواز آئی۔

"اندر بھیج دو۔"مسز ڈیلٹن ایک طرف ہٹ گئی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"خان نے یہ کہتے ہوئے اپنا رومال جیب سے نکال کر اس کی ناک کے سامنے ہی جھٹکا اور پھر جیب میں رکھ لیا۔لیکن جیسے ہی دروازہ کھول کر اس نے قدم اندر رکھا ایک سنسناتی ہوئی گولی اس کے کان کے پاس سے نکل گئی۔اس نے دروازے کی آڑ لے کر خود بھی فائر کر دیا۔رات کے سناٹے میں لیبوریٹری میں فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔

پھر اچانک کسی کھڑکی کے شیشے ٹوٹنے کی آواز آئی اور باہر سے بالے چیخا۔

"وہ بھاگا...، لینا..."

عقبی کھڑکی سے کود کر وہ فینسنگ عبور کرتا ہوا بڑی تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ ایک پستہ قد، لیکن بہت پھرتیلا سایہ ابھی احاطے میں دیوار کے پاس جہاں اس کی کار کھڑی تھی پہنچا ہی تھا کہ رات کے اندھیرے نے چاروں طرف سے سیاہ سیاہ سائے اگلنا شروع کر دیے۔ اسے چاروں طرف سے پولیس نے گھیرے میں لے لیا اور رفتہ رفتہ پولیس کا حلقہ تنگ ہونے لگا۔ اسی وقت خان بھی بے ہوش مسز ڈیلٹن کو اٹھائے ہوئے لیبوریٹری کی عمارت سے نمودار ہوا۔ بالے نے دوڑ کر مسز ڈیلٹن کو سنبھال لیا۔ ساتھ ہی اس نے اس کے ہاتھوں پر ہتھکڑی بھی صرف کر دی۔ پولیس کا حلقہ تنگ تر ہوتا جا رہا تھا اور اس پراسرار شخصیت کے فرار کی ہر راہ مسدود تھی۔ اچانک وہ بڑا بھیانک سا قہقہہ مار کر ہنسا۔

"میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، گدھو، میری موت تمہارے قانون کے ہاتھوں نہیں ہو سکتی۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ریوالور اپنی کنپٹی پہ لگا کر ٹریگر دبا دیا۔ اس کی لاش زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ خان دوڑ کر قریب آ گیا۔ پولیس کے دوسرے ماتحت افسروں نے لیبوریٹری کی تلاشی شروع کر دی۔ بالے نے بھی مسز ڈیلٹن کو ایک سب انسپکٹر کے چارج میں دے کر آ پہنچا۔

"ارے تو یہ تھا وہ۔" بالے کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

اس کے سامنے ایک درشت سے نقوش والے کتابی چہرے کے انتیس تیس سالہ پستہ قد آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

"یہ تو وہی فرینک ہے جو زیرو منشن کی فائرنگ والے دن میکی کے ساتھ تھا۔ ان ہی دونوں کا تو میں نے تعاقب کیا تھا۔"

"یہ وہی گمشدہ انجینئر ہے جس کے نام سے ایسٹرن کیمیکلز قائم کی گئی تھی۔ اگر اس مشین پر جرمن حروف کی پلیٹس نہ لگی ہوتیں تو شاید میں دھوکا کھا جاتا، لیکن مجھے معلوم تھا کہ مسٹر

پارکنس کا لیبوریٹری انچارج ایک جرمن سائنٹسٹ فیرر رینک ہے۔"

"تبھی وہ اسے فرینک کہہ رہی تھی۔" بالے نے بات کاٹ دی۔

"کچھ اور تماشا دیکھو گے؟" خان نے اس سے پوچھا۔

"اور بھی کچھ باقی ہے ابھی؟"

"ہاں، اس کے چہرے سے میک اپ کی جھلی اتارو، یہ ایک بڑا دلچسپ انکشاف ہوگا۔"

اور بالے نے جیسے کانوں کی جڑ سے اس کے گیٹس الگ کر کے جھلی نوچ کر اس کے چہرے سے نکالی وہ خود حیرت سے اچھل کر دور جا کھڑا ہوا۔

"اندرو جے چوباسا۔" وہ حلق میں پھنسی ہوئی آواز میں بولا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیا تم بھول گئے کہ اسے جب پچھلی بار سزا کے طور پر ملک بدر کر کے اسرائیل بھیجا جا رہا تھا اس نے جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔"

"تو پھر یہ بھوت ہے کیا اس کا؟"

"نہیں، بیٹے۔ ایسے فتنے اتنی آسانی سے نہیں مرا کرتے۔ یہ مسز ڈیلٹن کی مدد سے پارکنس کی کمپنی میں لیبوریٹری انچارج کی حیثیت سے ملازم ہو گیا تھا۔ پہلے تو میں بھی اسے چیک کرنے کے باوجود دھوکا کھا گیا، کیوں کہ مسٹر پارکنس ایک شریف اور معزز انگریز ہیں اور انہوں نے اس کی بہت تعریف کی تھی، لیکن جس وقت یہ اس کوہِ ندا کی زمین دوز مشین گاہ میں ہم سے براہِ راست مخاطب ہوا اس وقت میں اس کی آواز پر ہی غور کر رہا تھا اور اسی لیے میں نے اسے زیادہ سے زیادہ بولنے پر اکسایا تھا۔ پھر مشینوں پر جرمن الفاظ میں پلیٹس میرے اس شبہ کو قوی کر گئیں۔ چوباسا اپنے نجی کاغذات میں بھی زیادہ تر جرمن تحریر ہی استعمال کرتا تھا۔ پھر اس کا مجھے اور میری صلاحیتوں سے واقف ہونا، ان سب باتوں سے مجھے شبہ میں ڈال دیا اور اس کا

قد دیکھ کر تو میرے شبہات یقین میں ہی بدل گئے۔'' خان نے بتایا۔ وہ اس کی لاش پولیس کے حوالے کر کے واپس لوٹ رہے تھے۔

''لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہی اس کیس کا اصل مجرم تھا؟''

''میں اسے تقریباً بھول چکا تھا، لیکن ایک معمولی سے اتفاق نے مجھے فوراً طور پر اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

''یعنی؟''

''پارکنس کے کارخانے کے ہر مال پر کہیں نہ کہیں ان کی مہر ضرور لگی ہوتی ہے اور اتفاق سے جب ہم ان گارڈرز پر چڑھے تھے تو میرا ہاتھ گارڈر پر کھدے ہوئے اسی نشان پر پڑ گیا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ نیچے پھسلنے سے روکا تھا۔ اور وہ پارکنس کے کارخانے کا وہ مونوگرام تھا جس کی مہر ہر مال پر لگا دی جاتی ہے تاکہ چوری بھی ہو جائے تو پکڑا جائے۔ یہ گارڈرز بھی یہاں چوری سے لائے گئے ہوں گے۔ بہرحال پارکنس کی یہ مہر ہے۔ بس اسے دیکھتے ہی پہلے پارکنس کا کارخانہ بھی چوہا کی آواز کے شبہ کے ساتھ اس کارخانے کے تمام آدمی میرے نظر میں گھوم گئے، جس میں ایک پستہ قد آدمی مجھے فیرر رینک بھی نظر آیا اور ظاہر ہے کہ لیبوریٹری کے انچارج کی حیثیت سے اس کا سائنس دان ہونا لازمی ہے۔'' وہ بالے سے بولا۔

''میری، میری کیا غلطی تھی؟''

''تم نے اسی دن اس کا حلیہ بیان کرتے ہوئے اس کا قد بھی بتا دیا ہوتا تو میں جبھی اس پر نگرانی قائم کرا دیتا۔''

''لیکن کار میں بیٹھے آدمی کا قد کیسے معلوم ہوتا مجھے۔ اور جب وہ کار سے اتر کر زیرو منشن میں میگی کے ساتھ داخل ہوا ہے اس وقت میں ٹیکسی والے کو پیسے چکا رہا تھا۔''

''خیر، دیر آید درست آید۔ اور مجھے یقین ہے کہ زیرو منشن کے واقعہ کے بارے میں بے چارے پارکنس کو خبر بھی نہ ہو گی۔''

"مگر میگی کہاں غائب ہوگئی آخر؟" بالے کو اچانک میگی کا خیال آیا۔

"ابھی تک تم لیلا کی روح اور تصویر کا چکر نہیں سمجھ سکے؟"

"آپ ہی سمجھا دیجیے۔"

"میگی ہی میک اپ میں لیلا کی روح تھی۔ وہ فوٹو میک اپ کی آسانی کے لیے انھوں نے رکھا تھا۔ وہ جیل میں ہے۔"

"اپنی تقدیر میں سب فراڈ لونڈیاں ملتی ہیں۔" بالے نے ٹھنڈا سانس لیا۔

"اور تم کیا ان کے لیے کم فراڈ ہو۔" خان نے کہا۔

"آپ بڑے ہیں... یعنی جو چاہے کہہ لیجیے۔"

جملہ کا دوسرا ٹکڑا اس نے اس وقت ادا کیا جب خان نے اس کی گردن پکڑ لی تھی۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆